رجسٹرڈ ای پی نمبر ۸۶۱

REGD E.P.No 861

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

ہفت روزہ
بدر
قادیان

ایڈیٹر:- صلاح الدین ملک ایم۔ اے۔
اسسٹنٹ ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ چھ روپے
ممالک غیر ۷½ روپے
فی پرچہ ۲ر

تواریخ اشاعت
۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۵ || ۲۱ امان ۱۳۳۵ ہش ۷ شعبان ۱۳۷۵ھ - ۲۱ مارچ ۱۹۵۶ء || نمبر ۱۱

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق اطلاعات

ربوہ ۱۵ مارچ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ رات حضور کو اسہال کی تکلیف رہی ہے۔

اسلئے طبیعت خراب ہے۔

۱۶ مارچ۔ کل حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بذریعہ موٹر کار چند یوم کیلئے لاہور تشریف لے گئے۔ احباب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و سلامتی اور درازی عمر کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں

اخبار احمدیہ

لاہور ۱۶ مارچ۔ حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی صحت کے متعلق رپورٹ مظہر ہے کہ آج ڈاکٹر صاحب نے سیدہ موصوفہ کے ہسپتال سے گھر چلے جانے پر مطمئن نہیں خون کی از حد کمی ہے۔ کمزوری بدستور ہے۔ صحت میں بہت آہستہ فرق پڑ رہا ہے۔ (۲) صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب پتہ کی تکلیف کی وجہ سے بیمار ہیں۔ مورخہ ۱۶ مارچ بروز جمعہ ہسپتال میں اس کا اپریشن ہوا جو بفضلہ تعالیٰ کامیاب رہا۔

(۳) حضرت سیدہ ام ناصر احمد صاحبہ ربوہ میں علیل ہیں۔ ۱۰ مارچ کو ٹمپریچر ۱۰۱ تھا کھانسی اور ضعف قلب کی بھی تکلیف ہے۔ احباب جماعت ان تمام بزرگان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے التزام سے دعائیں کرتے رہیں۔

ضروری اعلان

رقم فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

قادیان میں کارکنان کی سخت ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہندوستان میں پیدا کیا اسلئے یہ ہندوستانیوں کا حق ہے۔ کہ وہ سلسلے کے کاموں کے لئے قربانیاں کریں۔ اس لئے تمام جماعتوں کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ اوّل ڈاکٹر۔ دوم گریجوایٹ سوم میٹرک پاس۔ اگر اپنی زندگیاں ساری عمر کے لئے نہیں تو دس سال کے لئے وقف کریں تاکہ ان کو قادیان میں رکھ کر دینی تعلیم دلائی جائے اور پھر سلسلہ کے کاموں پر لگایا جائے۔

خاکسار:- مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ۱۰-۳-۵۶

دعا اور اُس کی قبولیت

خدا کی ہستی کا ایک واضح اور عملی ثبوت

چونکہ اللہ تعالیٰ کی ہستی وراء الورا ہے۔ اور ہم ظاہری حواس سے اسے محسوس نہیں کر سکتے اسلئے اس کی ہستی کو ثابت کرنے کے لئے مختلف قسم کے معقول دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک بڑی دلیل اللہ تعالیٰ کی ہستی کی یہ دی جاتی ہے کہ اتنے بڑے پُر حکمت کارخانہ کائنات کو بنانے اور چلانے والی کوئی ہستی ضرور ہونی چاہیئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ واقعی یہ ایک بڑی دلیل ہے۔ بلکہ قرآن کریم نے بھی اس کی وضاحت کی ہے۔ لیکن اگر اسی دلیل کو یہیں چھوڑ دیا جائے۔ تو اس سے زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ پر ایک قیاسی ایمان ہی پیدا ہو سکتا ہے جس سے ہمیں اپنی زندگی کو صحیح طور پر چلانے میں مدد نہیں مل سکتی اس قسم کا ایمان ایک تھیوری سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اور جیسا کہ ظاہر ہے۔ جس طرح ایک تھیوری کو صحیح ثابت کرنے کے لئے سائنسدان تجربہ اور مشاہدہ کی کسوٹی پر گھستے ہیں۔ اگر تو تجربہ اور مشاہدہ سے وہی نتائج برآمد ہوں جو تھیوری میں قیاس کئے گئے ہیں تو اس وقت اس کو ثابت شدہ مانا جاتا ہے ورنہ نہیں۔ پس لازم آیا کہ ہستی باری تعالیٰ پر دی گئی۔ مذکورہ بالا دلیل کو تجربہ اور مشاہدہ میں لانے کے لئے واضح ثبوت کی ضرورت ہے۔ اور ہمارے نزدیک دعا اور اُس کی قبولیت سے بڑھ کر اس بارہ میں اور کوئی واضح ثبوت نہیں ہو سکتا۔ جبکہ ایک بندہ خدا سے اپنی باتوں کے بارہ میں التجا کرتا ہے اور وہ اس کی درخواست کو پایۂ قبولیت جگہ دیکر اُس کے لئے عظیم الشان نشان دکھاتا ہے۔ اور بعض ان ہونی باتوں کے متعلق قبل از وقت اطلاع دیتا ہے جو محض اُس کی دعا سے معرضِ ظہور میں آتی ہیں۔

حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ پر نظر کرنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ آپؐ نے دعا پر کس قدر زور دیا ہے۔ آپ کا کوئی فعل ایسا نہیں جسکے لئے آپ نے خود دعا نہ کی ہو اور آپ نے اپنے متبعین کو دعا کی تاکید نہ کی ہو۔

اسی پرچہ میں دوسری جگہ ہم نے مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی کا ایک فاضلانہ مضمون دعا کے عنوان سے نقل کیا ہے۔ آپ نے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کارنامہ کا خلاصہ ان الفاظ میں جامع طور پر بیان کر دیا ہے:-

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ارواحنا ونفوسنا فداہ) نے محروم و محجوب انسانیت کو دوبارہ دعا کی دولت عطا فرمائی اور بندوں کو خدا سے ہمکلام کر دیا اور دعا کی کیا دولت عطا فرمائی بندگی کی۔ بلکہ زندگی کی لذت اور عزت عطا فرمائی۔ اس مطرود انسانیت کو پھر اذن باریابی ملا اور آدم کا بھاگا ہوا فرزند پھر اپنے خالق و مالک کے آستانہ کی طرف یہ کہتا ہوا واپس لوٹا ؎

بندہ آمد بر در ت بگریختہ
آبروئے خود بعصیان ریختہ"

بلاشبہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ جس کا تعلق ایک زندہ خدا سے ہے۔ اس کا رسول اپنی تعلیمات و روحانی تاثیرات کے لحاظ سے زندہ جاوید ہے یہی وجہ ہے کہ محولہ بالا اقتباس میں جہاں تک بیان کردہ صداقت کا تعلق ہے۔ اس میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا دعا کے اثرات اور اس کے تازہ بتازہ نمونے ہمارے اس زمانہ میں بھی مشاہدہ کئے جا سکتے ہیں یا کہ صرف قصہ اور کہانی کی حد تک محدود ہے۔

ہم اس عظیم الشان نعمت خداوندی کی ناقدرانی کریں گے اگر ہم اس موقعہ پر اپنے ہموطنوں کو بالخصوص اور تمام دنیا کو بالعموم اُس کی نشاندہی نہ کریں۔ جو واضح ہو کہ اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ نے اپنی ہستی کا آپ ثبوت دیا اور قادیان کی مقدس سرزمین سے اُس نے ایک بندہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر قبولیت دعا کے ہزار ہا نشان ظاہر کئے۔ آپ ایسے وقت میں آئے جبکہ دنیا اس زندہ خدا کو یکسر بھلا چکی تھی۔ آپ نے بلند آواز سے کہا:-

"وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اُس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو چکی ہے۔ اُس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کروں اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض قال کے ذریعہ سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کے شرک کی آمیزش سے خالی ہو جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگاؤں اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا۔ بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہو گا جو زمین و آسمان کا خدا ہے۔"

(لیکچر اسلام صفحہ ۲۴)

زندہ خدا کی زندہ تجلّی کا نظارہ

اسی طرح آپ نے دعا کے سلسلہ میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر تمام اہل مذاہب کو دعوت دیتے ہوئے اور زندہ خدا کے اس عظیم الشان انعام کی طرف بایں الفاظ توجہ دلائی:-

"اب میں کہتا ہوں کہ یہ درجہ معرفت کا نہ کسی عیسائی صاحب کو نصیب ہے اور نہ کسی آریہ صاحب کو اور ان کے ہاتھ میں محض قصے ہیں اور زندہ خدا کی

(باقی صفحہ ۸ پر)

ملک صلاح الدین ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

ذکر و فکر

اسلام کا پیش کردہ "خدا"

اخبار پرتاپ کے تین سوالوں پر ایک نظر

(از اسسٹنٹ ایڈیٹر)

اخبار پرتاپ جالندھر کے ایک مضمون سے:-

"— کیا آپ کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا محض قرآن کو پسند کرتا ہے اور گیتا کو نہیں —

"— کیا آپ کا یہ وشواش ہے کہ وہ صرف تبھی آپ کے پاس آئے گا جب آپ اُسے محمد کا واسطہ دیں گے اور رام کا نام لینے سے وہ آنے سے انکار کر دیتا ہے —

"— کیا آپ کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا صرف اردو زبان سمجھتا ہے اور وہ دوسری کوئی زبان نہیں جانتا —"

یہ سوال پانچ مسلمان مولویوں سے کئے گئے جو کسی اردو کالج سے متعلق تھے اور چیدا برم میں گوردو گواکر سے بات چیت کرنے آئے تھے ...

.... یہ تمام بات چیت آزادانہ اور خوشگوار ماحول میں ہوئی" (پرتاپ جالندھر ۲ مارچ ۱۹۵۶ء)

خدا معلوم کہ اس سوال و جواب کے نقل کرنے میں کہاں تک صداقت سے کام لیا گیا ہے۔ کیونکہ اس جگہ سوالات تو نقل کر دئے گئے ہیں مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان پانچ مولویوں نے ان اہم سوالات کے جواب کیا دئے تھے؟ اور ان کی تفصیل کیا تھی؟ کیونکہ اس بارہ میں مضمون میں قطعاً کچھ ذکر نہیں۔

بہر حال چونکہ یہ سہ سوالات کو پبلک میں اس انداز سے لایا گیا ہے کہ ہر پڑھنے والے کو اسلام کے بارہ میں غلطیاں نہیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بارہ میں ہم صحیح اسلامی نظریہ پیش کریں۔

مگر قبل اس کے کہ ہم سوالات پر تفصیلاً بحث کریں مذکورہ سوالات کے بعد کی کچھ عبارت پر نظر کرتے ہیں جو یہ ہے:-

"— مسٹری گوبو کر نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ہم ہندو اس بات میں یقین رکھتے ہیں۔ کہ ہر شخص اپنے طریقہ سے عبادت کر سکتا ہے۔ جو کہ اسے پسند ہو اور اسے اس طرح سے سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس کی تمام کوششیں پُرخلوص اور راستبازی پر مبنی ہوں اور یہی وجہ ہے جو کہ ہندو دھرم تبلیغی نہیں —

جہاں تک تبدیلی مذہب کا تعلق ہے اس کا بنیادی سوال ہی اس خیال سے شروع ہوتا ہے کہ میرا طریقہ عبادت درست ہے اور سب کو اسے ماننا چاہیئے کیا آپ اس میں یقین رکھتے ہیں؟ اگر یہ ایشور کو پانے کے لئے کہا جاتا ہے تو یہ نہایت افسوسناک طور پر ایک گھٹیا انداز ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہندو دھرم کے نام لیوا نہ محض دوسرے آدمی کے مذہب کو برداشت ہی کرتے ہیں بلکہ اس کی عزت بھی کرتے ہیں۔

سامعین میں سے ایک مسلمان نے کہا کہ لیکن ہندوؤں نے بھی تو اب مسلمانوں اور عیسائیوں کا مذہب تبدیل کرنا شروع کر دیا ہے؟

جس کے جواب میں گوروجی نے کہا کہ ہندو دھرم میں تو تبدیلی مذہب ہے ہی نہیں یہ تو محض ایسے لوگوں کو ایک موقع دیا جاتا ہے جو بالجبر مسلمان بنائے گئے تھے۔ اور وہ اپنے دھرم میں واپس آ جائیں —

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ایک محدود تعداد میں مسلمان ولیش کے باہر سے آئے تھے۔ باقیماندہ نے تو کچھ ایسے حالات کی وجہ سے اپنا دھرم تبدیل کر لیا تھا جو آج دنیا کو بخوبی مشہور ہیں اپنے بزرگوں کے دھرم میں واپس کرنا تبدیلی مذہب نہیں بلکہ یہ تو بالکل گھر واپس آنے کی طرح ہے۔" (حوالہ مذکور)

اس عبارت میں دو متضاد خیالات کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے یعنی ایک طرف ہندو دھرم کو غیر تبلیغی قرار دیتے ہوئے یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ

"ہر شخص اپنے طریقہ سے عبادت کر سکتا ہے جو کہ اسے پسند ہو اور اسے اس طرح سے سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔"

— اسی طرح

ہندو دھرم کے نام لیوا نہ محض دوسرے آدمی کے مذہب کو برداشت ہی کرتے ہیں بلکہ اس کی عزت بھی کرتے ہیں۔"

دوسری طرف ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ بعض ایسے افراد جو اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر اسلام یا مسیحیت میں داخل ہو چکے ان کو واپس لانے کی سعی اس کے خلاف نہیں — حالانکہ ایسا کرنا ہی پہلے نظریہ کی تغلیط ہے۔ کیونکہ جس شخص نے کسی زمانہ میں اپنا مذہب ترک کر کے دوسرے مذہب کو اختیار کر لیا اور اس میں رہتے ہوئے خلوص اور راستبازی سے ایشور کو پانے کی کوشش کرنے لگا تو بموجب آپ کے پہلے اصول کے اس کا یہ فعل چنداں قابل اعتراض نہ رہا۔ اس لئے کہ اب گویا اس کا گھر وہی بن گیا جس کو اس نے اپنے لئے پسند کر لیا۔ ایسے حالات میں اسے واپس لانے کے کیا معنے؟

رہا یہ سوال کہ "یہ لوگ بالجبر مسلمان بنائے گئے تھے" بجائے خود ثبوت طلب ہے۔ کیونکہ یہ تو دعوے ہی دعوے ہے۔ اور کوئی بات محض دعوے سے ثابت نہیں ہوا کرتی — اس میں کوئی شک نہیں کہ آج ہندو اکثریت اور غلبہ کی وجہ سے یہ راگ سہانا معلوم ہو ورنہ یہ حقیقت ہے کہ اسلام کو پھیلنے اور بڑھنے کے لئے کسی جبر کی ضرورت پیدا نہیں ہوئی۔ وہ جہاں بھی گیا اپنی ذاتی کشش اور غیر معمولی جاذبیت کے باعث خوب پھیلا۔

چنانچہ حال ہی میں جب شاہ سعود ہندوستان کے دورہ پر تشریف لائے تو اُن کی موجودگی میں بھارت کے محبوب وزیر اعظم پنڈت نہرو نے صاف لفظوں میں اس حقیقت کا اظہار فرمایا بلکہ آپ نے اس تقریر سے ایک بہت بڑی اور ہمہ گیر گمراہی کو دور کرنے کی کوشش کی آپ نے فرمایا کہ:-

"اسلام جو ایک بڑا اور عظیم الشان مذہب ہے اور جس نے دنیا پر گہرے اثرات ڈالے ہیں وہ ہندوستان میں پُرامن اور دوستانہ طریقے سے داخل ہوا۔ اس کے بعد مختلف لوگوں نے زور آزمائیاں شروع کر دیں مگر وہ سیاسی میدان تک محدود رہیں لیکن خود اسلام ہندوستان کے اندر پُرامن طریقہ سے داخل ہوا۔ اور اپنے ساتھ امن اور صلح کا پیغام لایا۔ ہندوستان نے بھی اپنی روایات کے مطابق اس کا خیر مقدم کیا۔ اور یوں اسلام کو ہندوستان میں قائم ہونے کا موقعہ ملا۔ کچھ لوگ غلطی سے آپس کی لڑائیوں کو مذہبی لڑائیاں تصور کرنے لگے ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اس وقت بھی مذہب کا استعمال کر لیا گیا ہو لیکن مجموعی حیثیت سے یہ تمام لڑائیاں محض سیاسی تھیں۔" (الجمعیۃ یکم دسمبر ۱۹۵۵ء)

حیرت ہو گی اگر ان خیالات کے بعد بھی یہ تصور کیا جائے کہ اسلام تلوار کے زور سے ہندوستان میں داخل ہوا یا اسلام نے دوسروں پر تلوار اُٹھائی یا کسی کو تلوار سے مسلمان بنایا۔ لڑائیاں بے شک ہوئیں۔ مسلمان، مسلمان میں۔ ہندو ہندو میں۔ ہندو مسلمان میں مگر مذہب سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ اس لئے مسلم حکمرانوں کا راج بھی اپنا ہی راج تھا وہ غیر ملکی نہ تھے بلکہ اس ملک کے رہنے والے ہندوستانی تھے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی سوچنے کے قابل ہے کہ آخر اسلام کسی ایک ملک یا ایک خطہ میں تو رہا نہیں کہ اس کے "مخصوص حالات" کو اس کے پھیلنے کا موجب قرار دیا جا سکے وہ مشرق میں بھی پھیلا اور مغرب میں بھی۔ اس نے ہر ملک اور ہر قوم سے اپنے جانثار پیدا کئے۔ کیا ہر ایک جگہ جبر و تشدد کی تلوار اس کا میدان صاف کرتی رہی تھی؟ اصل بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں مذہبی نقطۂ نظر سے کہیں زیادہ سیاسی اغراض کارفرما ہیں جن کے حصول کے لئے یہ سارے حیلے اور اعتراضات تراشے جا رہے ہیں۔ البتہ اپنی غیر پسندیدہ کوششوں پر پردہ ڈالنے کی یہ اچھی صورت ہے!!

اس کے بعد ہم بیان کردہ تین سوالات کو لیتے ہیں۔ چنانچہ

پہلا سوال

پہلا سوال یہ تھا کہ "— کیا آپ کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا محض قرآن کو پسند کرتا ہے اور گیتا کو نہیں؟

درحقیقت یہ سوال اسلام کے متعلق پوری واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس قسم کا خیال رکھنے والا اسلام کے بارہ میں سخت غلط فہمی کا شکار ہوا ہے۔ وجہ یہ کہ قرآن پاک نے تو اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ بلکہ اس نے تو اپنی بالکل ابتدا ہی میں اس مسئلہ کو صاف کر دیا ہے۔ جبکہ وہ تیسری آیت میں اپنے ماننے والوں سے پہلے اس بات کا اقرار لیتا ہے۔ کہ تم اس وقت تک قرآن پر صحیح رنگ میں ایمان نہیں لا سکتے جب تک تم گذشتہ زمانوں میں نازل ہونے والی آسمانی تعلیمات پر اجمالی ایمان کا اظہار نہ کرو۔ اور یہ نہ سمجھو کہ خدا پہلے لوگوں سے بھی اسی طرح محبت سے ہمکلام ہوتا رہا ہے جیسے وہ اس زمانہ میں اپنے پاک بندے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہمکلام ہوا اور آئندہ زمانوں میں بھی اس قسم کا شرف بہت سے بندگان الٰہی کو حاصل ہوتا رہے گا۔

اسلام جس خدا کو پیش کرتا ہے اُس کے متعلق وہ یہ نہیں کہتا کہ "فلاں ملک یا قوم کا خدا ہے۔ بلکہ اُس کو رب العالمین کہہ کر پکارتا ہے۔ جس کا مطلب یہی ہے۔ کہ وہ تمام جہانوں کا خدا ہے۔ اور بغیر کسی امتیاز کے تمام مخلوق کا پروردگار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے متعدد دیگر مقامات میں اس امر کو واضح کیا ہے کہ جب سے دنیا کا سلسلہ جاری ہوا۔ ہر زمانہ میں خدا کے بھگت اور اُس کے برگزیدہ انسان بھولی بھٹکی مخلوق کی ہدایت کے لئے آتے رہے۔ اور ان پر خدا کا الہام و کلام نازل ہوتا رہا۔

پس جہاں تک اصولی رنگ میں قرآن یا گیتا کے بارہ میں خدا کی پسند کا سوال ہے یہ کہنا سراسر بے بنیاد ہے کہ وہ ایک کو پسند کرتا ہے اور دوسرے کو نہیں کیونکہ دونوں کا سرچشمہ وہی ذات پاک ہے۔ البتہ بسا اوقات اپنی ہی کوتاہ نظری کے باعث بعض پہلو قابلِ اعتراض نظر آتے ہیں۔ مگر اصل حقیقت سامنے آ جانے پر تمام شکوک و شبہات کے اندھیرے کافور ہو جایا کرتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اس دنیا کی عمر ہزاروں سالوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور ہر زمانہ میں پیش آمدہ حالات اور لوگوں کی ضروریات کے لحاظ سے خدا نے انسانی رہنمائی اور ہدایت (باقی صفحہ پر)

خطبہ جمعہ

دین کیلئے زندگی وقف کرنیوالے نوجوانوں سے خطاب

اس امر کو اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہارا مطمح نظر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہونا چاہیئے!

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۴ر فروری ۱۹۵۶ء بمقام ربوہ

(خطبہ نویس: سلطان احمد صاحب پیر کوٹی)

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے پچھلے خطبات جمعہ میں

وقف کے متعلق بعض باتیں

بیان کی تھیں۔ ان کے متعلق باہر سے بھی جماعت کے دوستوں کے خطوط آ رہے ہیں۔ اور کچھ نوجوان ان سے متاثر ہو کر اپنی زندگیاں دین کی خدمت کے لئے وقف بھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ باہر سے بھی بعض گریجوایٹوں کی درخواستیں وقف زندگی کے متعلق آئی ہیں۔ اور یہاں سے بھی بعض ایسے نوجوانوں نے زندگیاں وقف کی ہیں جو بی۔ اے یا بی ایس سی کلاسز میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور کچھ ایسے نوجوان بھی ہیں۔ جو عربی پڑھ کر جامعۃ المبشرین میں آنا چاہتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں

ایک خط

ایک واقف زندگی مبلغ کی طرف سے آیا ہے۔ جس میں اس نے لکھا ہے۔ کہ میں نے اس بات پر غور کیا ہے۔ کہ واقفین زندگی میں بزدلی کیوں پیدا ہو رہی ہے۔ اور غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ اس کا موجب خود واقفین زندگی ہی بعض واقفین زندگی ایسے ہیں۔ جنہوں نے اپنے فرائض کو پوری طرح ادا نہیں کیا۔ اور سلسلہ نے انہیں فارغ کر دیا۔ وہ اپنی عزت بچانے کے لئے لوگوں میں کہتے پھرتے ہیں۔ کہ واقفین زندگی سے اچھا سلوک نہیں ہوتا۔ اور وہ اس قدر پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ کہ دوسرے نوجوان بھی اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں سچ ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ لوگ اپنی عزت بچانے اور اپنی نااہلیت پر پردہ ڈالنے کے لئے ایسا کہہ رہے ہیں۔ یہ اطلاع دینے والے مبلغ ایک ایسے شہر میں رہتے ہیں۔ جہاں ملازمت کے خواہشمند اکثر جاتے رہتے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ایسے واقفین زندگی جو اپنی بعض غلطیوں کی وجہ سے وقف سے فارغ کر دیئے گئے ہیں۔ اور وہ تلاش روزگار کے سلسلہ میں اس شہر میں آتے ہیں۔ وہ دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ اور انہیں کوئی اچھی ملازمت نہیں ملتی وہ لوگ اپنی اس ذلت کو چھپانے کے لئے کہ انہیں جھک مارنے کے بعد بھی کچھ نہیں ملا،

اس قسم کا پروپیگنڈا

کرتے رہتے ہیں کہ مرکز میں ان سے اچھا سلوک نہیں ہوا۔ لوگ انہیں دیکھتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ یہ لوگ دین کی خدمت سے بھاگ گئے تھے۔ اس لئے انہیں یہاں بھی کچھ نہیں ملا۔ اس پر وہ اپنی غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے کہتے ہیں کہ دراصل مرکز میں واقفین زندگی سے اچھا سلوک نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس مبلغ نے لکھا ہے کہ میں غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ لوگوں میں وقف سے بزدلی کا اصل موجب انہی لوگوں کا پروپیگنڈا ہے۔

میرا اپنا تجربہ بھی یہی ہے

کہ بعض وقف سے بھاگنے والے نوجوان ایسا کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض نوجوانوں کو ہدایت بھی مل جاتی ہے۔ لیکن بعض ایسے ہوتے ہیں۔ جو ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔ پھر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ بعض ایسے نوجوان بھی ہیں جنہوں نے وقف توڑا اور باہر انہیں اچھی ملازمتیں مل گئیں۔ اور کئی ایسے نوجوان ہیں جو وقف سے بھی بھاگ گئے۔ لیکن باہر جا کر بھی انہیں کوئی ملازمت نہ ملی۔ اور وہ جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں۔ یہ دونوں مثالیں موجود ہیں۔ بہرحال اگر کسی کو وقف سے بھاگنے کے بعد اچھا چانس (chance) مل جاتا ہے تو اسے قانون نہیں سمجھنا چاہیئے

لطیفہ مشہور ہے

کہ کسی کی کوئی خادمہ تھی۔ پنجاب کے دیہات میں عموماً ایندھن خریدا نہیں کرتے۔ بلکہ لوگ باہر سے گوبر اٹھا لاتے ہیں۔ اور اس کے اُپلے بنا کر جلا لیتے ہیں۔ کوئی آسودہ حال دیہاتی تھا اس نے ایک دن اپنی خادمہ کو گوبر اکٹھا کرنے کے لئے باہر بھیجا اس دن شدید سردی تھی۔ اور رات اتنا پالا پڑا تھا۔ کہ بعض جانور بے ہوش ہو کر گر گئے تھے۔ وہ نوکرانی گوبر اکٹھا کرنے کے لئے گئی۔ تو اسے سردی سے ٹھٹھرا ہوا ایک خرگوش نظر آیا۔ وہ اسے اٹھا کر گھر لے آئی۔ گھر کے سب افراد نے اسے خوب شاباش دی۔ اور کہا تم بڑی ہوشیار ہو۔ تو گوبر اکٹھا کرنے گئی تھی اور شکار مار لائی۔ شام تک گھر میں اس نوکرانی کی تعریف ہوتی رہی۔ وہ نوکرانی ہوشیار بھی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی وہ بے وقوف بھی تھی۔ صبح ہوئی تو وہ مالک سے کہنے لگی۔ بی بی میں گوہیاں نوں جاواں یا سئیاں نوں۔ یعنی میں گوبر اٹھانے جاؤں یا خرگوش پکڑنے جاؤں۔ اس پر سب گھر والے ہنس پڑے کہ

اس کا یہ خیال ہے

کہ اسے ہر روز خرگوش مل جایا کرے گا۔ حالانکہ ہر روز خرگوش نہیں ملا کرتا۔ اسے کل مل گیا تھا تو یہ ایک اتفاقی بات تھی۔ اسی طرح بعض ایسے واقف زندگی بھی ہیں۔ جن کے ساتھ اسی قسم کا اتفاق ہوا۔ وہ وقف توڑ کر گئے۔ تو انہیں اچھی ملازمتیں مل گئیں۔ لیکن ہر ایک کو اچھی ملازمت نہیں ملی۔ کئی ایسے بھی ہیں۔ کہ وہ وقف سے بھاگ گئے۔ لیکن ابھی ملازمت کی تلاش میں جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں۔

پس

دونوں قسم کے لوگ موجود ہیں

جن کو اچھی ملازمتیں مل جاتی ہیں۔ وہ اپنی کامیابی کو فخریہ طور پر بیان کرتے ہیں۔ کہ دیکھا وقف توڑ کر آئے تھے۔ تو ہمیں اچھی ملازمتیں مل گئیں۔ لیکن جن لوگوں کو اچھی ملازمتیں نہیں ملتیں۔ اور وہ روزگار کی تلاش میں دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ وہ اپنی شرمندگی کو چھپانے کے لئے یہ پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں۔ کہ مرکز میں

واقفین زندگی سے اچھا سلوک

نہیں ہوتا۔ ان کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے کوئی خانساماں تھا۔ وہ روزانہ لاف زنی کیا کرتا تھا کہ صاحب اس کی بڑی عزت کرتا ہے۔ اور اپنے اہم کاموں میں اس کا مشورہ لیتا ہے۔ ایک دن صاحب غصہ میں تھا۔ اس نے خانساماں کو اندر بلایا۔ اور اسے خوب مارا۔ گھونسوں اور طمانچوں کی آواز باہر بھی سنائی دی جس کی وجہ سے اس کا

سارا بھانڈا پھوٹ گیا

اس نے خیال کیا کہ اب کیا ہو گا۔ میں تو روزانہ کہا کرتا تھا۔ کہ صاحب میری بڑی عزت کیا کرتا ہے اور اپنے ذاتی کاموں میں بھی مجھ سے مشورہ لیتا ہے۔ لیکن اس نے مجھے خوب مارا ہے۔ اور مار پیٹ کی آواز دوسرے لوگوں نے بھی سن لی ہے۔ وہ لوگ میرے متعلق کیا خیال کریں گے۔ چنانچہ وہ باہر آیا۔ اور اس نے اپنی شرمندگی چھپانے کے لئے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر زور سے مارا اور پھر ہا ہا ہا کرنا شروع کر دیا۔

جس کا مطلب یہ تھا

کہ دوسرے لوگ یہ خیال کریں کہ صاحب میری تعریف کر رہا تھا۔ اور میں ہا ہا کر رہا تھا۔ اور ہاتھ پہ ہاتھ مار کر آوازیں نکال رہا تھا۔ اسی طرح وہ واقفین زندگی اپنی عزت محفوظ رکھنے کے لئے جھوٹے بہانے بناتے ہیں۔

میں نے اس مبلغ کا خط پڑھا تو مجھے خیال آیا۔ کہ ہمارے بعض نوجوان روائتی گیدڑ جتنی بھی سمجھ نہیں رکھتے۔ اگر انہوں نے روائتی گیدڑ کا قصہ سنا ہوتا۔ تو وہ ان لوگوں کے

پروپیگنڈا سے کوئی اثر نہ لیتے

کہتے ہیں کوئی ہوشیار گیدڑ تھا۔ وہ ایک دن شکار کے لئے باہر گیا۔ وہ بڑی عمر کا تھا اور اپنے تجربہ کو ظاہر کرنے کے لئے مبالغہ آمیز باتیں کیا کرتا تھا۔ لیکن اس دن ایسا ہوا۔ کہ وہ پھنس گیا۔ ہم بچپن میں شکار کیا کرتے تھے تو ہم ایک قسم کی کڑکی بنایا کرتے تھے۔ اور اس سے فاختائیں وغیرہ پکڑا کرتے تھے۔ بعض بڑے سائز کی کڑکیاں ہوتی ہیں۔ جن کے ذریعہ لوگ گیدڑ اور اس قسم کے جانور پکڑ لیتے ہیں۔ وہ گیدڑ شکار کی تلاش میں گیا۔ تو اس کی دُم کڑکی میں پھنس گئی۔ جو شکار کی غرض سے کسی نے لگا رکھی تھی۔ اس کڑکی میں پھنس جانے کی وجہ سے اس کی دُم کٹ گئی۔ جب وہ اپنے ساتھیوں میں گیا۔ تو چونکہ وہ اس سے پہلے اپنی ہوشیاری کی بڑی داستانیں سنایا کرتا تھا۔ اور آج وہ خود دُم کٹوا آیا تھا۔ اس لئے اس نے

اپنی شرمندگی کو چھپانے کے لئے

دوسرے گیدڑوں کے سامنے یہ تقریر کرنی شروع کی۔ کہ ہماری ساری مصیبت دُم کی وجہ سے ہے۔ شکاری کتوں کو ہماری دُم نظر آ جاتی ہے۔ اور وہ ہمیں پکڑ لیتے ہیں۔ پھر شکاری کڑکیاں لگاتے ہیں۔ تو ان میں ہماری دُم پھنس جاتی ہے۔ اس مصیبت کا بہترین علاج میرے خیال میں یہی ہے کہ

ہم سب کو اپنی دم کٹوا دینی چاہیئے۔ اس طرح ہم کلی طور پر مصیبت سے نجات حاصل کرلیں گے۔ دوسرے گیدڑوں میں ایک ہوشیار گیدڑ بھی تھا۔ اس نے ...ذرا ہماری طرف پیٹھ پھیر کر کھڑے ہو جاؤ۔ تو ہم یہ فیصلہ کرسکیں گے کہ تم ہمیں نصیحت کرنے میں کس قدر حق بجانب ہو۔ اگر تمہاری دم ہے تو تمہاری نصیحت ٹھیک ہے۔ لیکن اگر تمہاری دم نہیں تو

معلوم ہوتا ہے

کہ تم ہمیں بھی اپنے جیسا بنانا چاہتے ہو۔ دوسرے گیدڑوں نے کسی نہ کسی طرح اس گیدڑ کی پیٹھ اس کی طرف پھیر دی۔ تو انہوں نے دیکھا۔ کہ اس کی اپنی دم کٹی ہوئی ہے۔ یہی حال ان واقفین کا ہے۔ جو اپنی غلطیوں کی وجہ سے فارغ کر دیئے جاتے ہیں۔ یا وہ خود وقف توڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے نوجوان بھی اس طرف نہ آئیں۔ اور اس طرح ان کی ذلت پر پردہ پڑا رہے۔ پس اس مبلغ نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ بالکل درست ہے۔ میں خود بھی جانتا ہوں کہ ایسے واقفین باہر جا کر اس قسم کا پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں۔ کہ ان سے مرکز میں اچھا سلوک نہیں ہوا۔ اس مبلغ نے لکھا ہے کہ میں ایسے شہر میں رہتا ہوں جس میں ملازمت کے متلاشی لوگ آتے رہتے ہیں۔ اور مجھے اس بات کا علم ہے کہ جو لوگ وقف توڑ کر آتے ہیں۔ انہیں اس گزارہ جتنی بھی تنخواہ نہیں ملتی۔ جو جماعت انہیں دیتی تھی۔ چنانچہ وہ

دھکے کھاتے پھرتے ہیں

پھر اگر کسی کو باہر آکر کچھ زیادہ تنخواہ بھی مل جاتی ہے۔ تو وہ بھی دھوکا ہی ہوتا ہے۔ مثلاً کراچی میں کسی کو سو روپیہ مل جائے۔ اور یہاں اسے اسی روپے ملتے تھے۔ تو یہاں کے ۸۰/ روپے کراچی کے سو روپیہ سے زیادہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہاں بعض اوقات ۷۰-۸۰ روپے تو مکان کا کرایہ ہی ہوتا ہے۔ پھر کھانا بھی نہایت مہنگا ہوتا ہے۔ غرض ظاہری طور پر کسی کو یہاں کے گزارہ سے زیادہ بھی مل جاتے۔ تو یہ محض دھوکہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے مقابلہ میں اخراجات بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ پس اس مبلغ نے لکھا ہے۔ کہ وقف توڑ کر بھاگ جانے والے نوجوانوں کے پروپیگنڈا کی وجہ سے دوسروں میں وقف کے متعلق بزدلی پائی جاتی ہے اور اگر یہ بات درست ہے تو میرے نزدیک اس پروپیگنڈا کی وجہ سے

بزدل ہونیوالے نوجوان

اس روائتی گیدڑ سے بھی کم عقل رکھنے والے ہیں۔ اس روائتی گیدڑ نے تو دوسرے گیدڑ کی تقریر سن کر یہ کہہ دیا تھا کہ تم میری طرف اپنی پیٹھ پھیرو۔ اگر تمہاری دم موجود ہوئی۔ تو میں سمجھوں گا۔ کہ تم اس نصیحت میں حق بجانب ہو۔ لیکن اگر تمہاری دم کٹی ہوئی ہے تو تم ہمیں بھی اپنے جیسا بنانا چاہتے ہو۔ لیکن ہمارے نوجوان ان لوگوں کی باتوں کی وجہ سے دھوکہ میں آجاتے ہیں۔

پس

اصل حقیقت یہی ہے

کہ بعض لوگ غلطی کرتے ہیں۔ تو بعد میں اس پر پردہ ڈالنے کے لئے دوسروں کو اسی غلطی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ سب ایک جیسے ہو جائیں لطیفہ مشہور ہے کہ کوئی بیکار آدمی تھا۔ اس کے گزارے کی کوئی صورت نہ تھی۔ اس نے کسی سے مشورہ لیا۔ تو اس نے اسے کہا۔ کہ یہاں میلہ لگا کرتا ہے۔ تم اس میلہ پر ایک خیمہ لگا دینا اور اس خیمہ کے اندر بے شک گوبر کا ڈھیر لگا دینا اور باہر ڈگڈگی بجا کر اعلان کرنا کہ بڑا عمدہ تماشا ہے۔ اور روپیہ روپیہ ٹکٹ لگا دینا لیکن یہ نہ بتانا کہ اندر کیا ہے۔ جو ایک دفعہ اندر جائے گا وہ دوسروں کو بھی ضرور بلائے گا۔ چنانچہ اس نے اس مشورہ پر عمل کیا۔ اور ایک خیمہ لگا کر اس کے اندر گوبر رکھ دیا۔ خیمہ کے باہر کھڑے ہو کر اس نے ڈگڈگی بجا کر یہ اعلان کرنا شروع کر دیا۔ کہ اندر بڑا اچھا تماشا ہو رہا ہے۔ لوگوں نے بھی خیال کیا۔ کہ جب ایک روپیہ ٹکٹ ہے۔ تو تماشا بھی اچھا ہوگا۔ چنانچہ بعض لوگ ٹکٹ لے کر خیمہ کے اندر گئے۔ لیکن وہاں انہوں نے تماشا کی بجائے گوبر پڑا دیکھا۔ تو بہت شرمندہ ہوئے۔ انہوں نے خیال کیا کہ دوسرے لوگ ہمارے متعلق کیا خیال کریں گے۔ چنانچہ اپنی اس

شرمندگی کو چھپانے کے لئے

انہوں نے بھی باہر نکل کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ بڑا اچھا تماشا ہے ان کی باتوں سے متاثر ہو کر دس بارہ آدمی اور اندر گئے۔ وہ بھی گوبر دیکھ کر سخت شرمندہ ہوئے اور اپنی اس شرمندگی کو چھپانے کے لئے انہوں نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا کہ اس جیسا تماشا انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اس پر ایک ہجوم تماشا دیکھنے کے لئے دوڑ پڑا۔ اور اس طرح اس شخص کو کافی آمد ہو گئی۔ پس دنیا میں اس قسم کے لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔ جو اپنی ذلت چھپانے کے لئے طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی اپنی بے وقوفی میں شامل کرنا چاہتے ہیں اس قسم کی باتیں بنانے کی وجہ سے ان کی اپنی عزت تو رہ جاتی ہے۔ لیکن دین کے کاموں میں رخنہ پیدا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ

اصل علاج یہ تھا

کہ وہ توبہ کرتے۔ اور کہتے کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے ہم اپنی کمزوری کی وجہ سے وقف کو برداشت نہیں کر سکے۔ لیکن اگر کوئی اپنے پروپیگنڈا کی وجہ سے دوسروں کو بزدل کرے گا۔ تو خدا تعالیٰ کے سامنے وہ کیا کہے گا۔ کہ میں تو وقف سے بھاگا تھا۔ لیکن میں نے دوسروں کو بھی زندگیاں وقف نہیں کرنے دیں۔ اور سپاہیوں سے تیرا دین خالی ہو گیا۔ پس واقفین میں سے ہر ایک کو سمجھنا چاہیئے کہ اس کا معاملہ خدا سے ہے۔ اگر وہ کوئی کوتاہی کرتا ہے۔ تو اس کی وجہ سے وہ کسی دوسرے کو نقصان نہیں پہنچاتا بلکہ اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اور

اس کی ایسی ہی مثال ہے

جیسے کہتے ہیں کوئی بے وقوف تھا۔ ایک دفعہ نمبردار اس کا برتن مانگ کر لے گیا۔ مگر اس نے وہ برتن وعدہ کے مطابق واپس نہ کیا۔ ایک دن وہ اپنا برتن واپس لینے گیا۔ تو اس نے دیکھا کہ نمبردار اس میں ساگ ڈال کر کھا رہا ہے وہ غصہ میں آکر کہنے لگا۔ کہ نمبردار! تو میرا برتن مانگ کر لایا تھا۔ اور اب تو اس میں ساگ ڈال کر کھا رہا ہے۔ مجھے بھی ایسا ویسا سمجھنا۔ اگر میں تیرا برتن نہ لے جاؤں اور اس میں پاخانہ ڈال کر نہ کھاؤں۔ اس بے وقوف نے یہ نہ سمجھا کہ وہ پاخانہ کھائے گا۔ تو نمبردار کو کیا نقصان ہوگا۔ وہ اپنا نقصان آپ کرے گا۔

پس اگر

وقف سے بھاگے ہوئے نوجوان

اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ تو اس کا نقصان انہی کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ وہ اس قسم کی باتوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ سے بگاڑ پیدا کر لیتے ہیں۔ ان کے لئے بہتر یہی تھا۔ کہ وہ توبہ کرتے پھر چاہے وہ وقف میں واپس نہ آتے لیکن اس قسم کی باتیں بنا کر کم از کم دوسروں کے لئے بد نمونہ پیش نہ کرتے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو ممکن تھا کہ خدا تعالیٰ انہیں معاف کر دیتا۔ اور ان سے اچھا سلوک کرتا۔ خدا تعالیٰ بڑا رحیم اور کریم ہے۔ انسان سے کئی قسم کی غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ کیونکہ وہ کمزور طاقتوں والا وجود ہے۔ لیکن جب خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہے۔ تو اگر اس کی اصلاح ممکن ہو۔ تو خدا تعالیٰ اس کی اصلاح کر دیتا ہے۔ اور اگر اس کی اصلاح ممکن نہ ہو۔ تب بھی وہ اپنی توبہ اور انابت سے خدا تعالیٰ کے عفو کو بہت کچھ کھینچ لیتا ہے۔

ضروری اعلان

نظارت ہذا کے ماتحت کام کرنے والے جملہ مبلغین (مرکزی و دیہاتی) کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ ماہ اپریل ۵۶ء کا بل سائر اخراجات ۱۵ اپریل تک کا ۱۵ اپریل کو ۱۵ تا ۳۰ اپریل تک کا بل یکم مئی کو پوسٹ ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ صدر انجمن احمدیہ کا مالی سال ختم ہو رہا ہے۔ بل وقت پر نہ پہنچنے سے جہاں نظارت کو مشکلات کا سامنا ہوتا ہے وہاں مبلغین پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے جملہ مبلغین نوٹ کرلیں۔ نظارت تبلیغ عدم تعمیل کی صورت میں ذمہ دار نہ ہوگی۔

نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان

مبلغین سلسلہ توجہ فرمائیں

جیسا کہ مبلغین کو انفرادی طور پر اور بذریعہ اعلان اس امر کی طرف توجہ دلائی جا چکی ہے۔ کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے خاص ارشاد کے ماتحت ہندوستان کے مبلغین اپنی اپنی جماعتوں کے بجٹ کے سو فی صد وصول کے ذمہ دار ہیں۔ لیکن چندہ جات کی وصولی کی رفتار سے معلوم ہوتا ہے کہ جملہ مبلغین و عہدیداران جماعت نے اس طرف پوری توجہ نہیں فرمائی۔ حالانکہ یہ امر نہایت ضروری تھا۔

اب چونکہ مالی سال کے اختتام میں صرف ڈیڑھ ماہ باقی ہے۔ اس لئے جملہ مبلغین کو ہدایات کی جاتی ہیں کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں پوری کوشش سے وصولی چندہ کے سلسلہ میں لوکل عہدیداران سے تعاون فرمائیں۔ اور اپنی کارگذاری چندہ جات کی وصولی کے سلسلہ میں نظارت ہذا اور نظارت بیت المال کو بھی مطلع کرتے رہیں۔

جن جماعتوں کا چندہ سو فی صدی وصول ہوگا ان جماعتوں کے مبلغین اور عہدیداروں کے نام برغرض دعا سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

درخواست دعا میری چھوٹی ہمشیرہ اس سال بی۔ اے کا امتحان دے رہی ہے اور میرا چھوٹا بھائی محمد احمد اللہ میٹرک کا امتحان دے رہا ہے۔ احباب کرام اور بزرگان سلسلہ کی خدمت میں ان دونوں کی نمایاں کامیابی کیلئے درخواست دعا ہے۔ محمد کریم اللہ خاں نوجوان

عظیم الشان غیر قیاسی پیشگوئیوں کے چند نمونے

از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی

گذشتہ دنوں آریوں کے ایک پرچارک ستیہ پال نامی لاہوری جالندھر سے پنڈت لیکھرام کے نشان کے دن قادیان میں ہمارے پاس آئے۔ انہوں نے بھی گفتگو کے دوران میں فرمایا کہ ہم لوگ پیشگوئیوں کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے اور نہ ان کو کوئی وقعت دے سکتے ہیں۔

ہمارے نزدیک اس قسم کا خیال رکھنے والے سخت غلطی پر ہیں۔ کیونکہ زندہ مذہب کی زندگی کا اگر کوئی تسلی بخش اعلیٰ ثبوت ہو سکتا ہے۔ تو وہ پیشگوئیاں ہیں ورنہ ہمارے پاس اس کی صداقت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ غیر قیاسی باتیں سوائے خدا کے اور کوئی نہیں بتا سکتا۔ چنانچہ اس دور میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع کے مطابق حضرت کرشن جی کی طرح دنیا کی اصلاح کے لئے بطور اوتار اپنے آپ کو پیش کیا۔ اور اپنی صداقت کے ثبوت کے لئے بکثرت بڑی بڑی اور اہم پیشگوئیاں شائع فرمائیں۔ وہ پیشگوئیاں قیاسی نہ تھیں وہ ایسی نہ تھیں جنہیں انسان اپنی اٹکل سے معلوم کر سکتا ہو بلکہ وہ غیر قیاسی تھیں۔ اور خدا کے الہام سے تھیں۔ پھر وہ اپنے اندر انذار اور تبشیر دونوں پہلو رکھتی تھیں ان میں مخالفوں اور ماننے والوں دونوں کے متعلق پیشگوئیاں تھیں یہ پیشگوئیاں انفرادی بھی تھیں اور اجتماعی بھی۔ اور دونوں قسموں کا سلسلہ لمبا چلتا چلا گیا۔

ان زبردست پیشگوئیوں میں سے بطور نمونہ چند ایک پیشگوئیاں درج ذیل کی جاتی ہیں۔ جو حرف بہ حرف پوری ہوئیں:-

داغ ہجرت

اول۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ الہام کیا داغ ہجرت ان دو لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو آئندہ وقوع میں آنے والے ایک عظیم الشان حادثہ کی خبر دی۔ جس کا تعلق ۱۹۴۷ء کے واقعات سے ہے۔ یہ الہام ریویو انگریزی کے اپریل ۱۹۰۳ء کے پرچہ میں چھپا ہوا موجود ہے۔ جو اس واقعہ سے حرف بحرف پورا ہوا۔ اور جماعت قادیان کو بحیثیت جماعت قادیان سے ہجرت کرنا پڑی۔

یہ بھی دیکھنے کے لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہ صرف یہ کہ ہجرت کی خبر ۱۹۰۸ء سے قبل دی۔ بلکہ اس ہجرت کے وقوع کا زمانہ بھی بتایا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:-

"انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے لیکن بعض رویا نبی کے اپنے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعہ سے پورے ہوتے ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قیصر و کسریٰ کی کنجیاں مل گئیں۔ تو وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔"

(بدر جلد ۱ نمبر ۲۳ صٓ۔ الحکم جلد ۹ نمبر ۳۲ صٓ۔ تذکرہ صٓ ۵۱۰)

اس عبارت میں آپؑ نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ ہجرت آپ کے زمانہ میں نہ ہوگی بلکہ آپ کے بعد ہوگی۔ دوم آنحضرت صلعم کی بعض فتوحات سے تعلق رکھنے والی پیشگوئی کے حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کے زمانہ میں پورا ہونے کا ذکر کر کے اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ میرے بعد ہونے والی ہجرت خلیفہ ثانی کے زمانہ میں ہوگی۔ اب دیکھو یہ پیشگوئی ان تفصیلات کے ساتھ حرف بحرف پوری ہوئی۔ ہجرت ہوئی آپؑ کے بعد ہوئی۔ اور پھر خلافت ثانیہ میں ہوئی یہ کس قدر علم غیب ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بطور نشان عطا ہوا اور یہ ایسا علم ہے جو کسی اندازے یا تجربہ یا ماحول کے اثرات کو دیکھ کر معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ صرف علام الغیوب خدا ہی کا علم ہے۔ جو اس نے اپنے پیارے نبی کو دیا۔ اور یہ زندہ خدا کا اور زمانہ کے نبی کی صداقت کا ثبوت ہے جس سے کسی منصف مزاج کو انکار نہیں ہو سکتا۔

دوسرا زبردست نشان

(۲) دوسرا زبردست نشان جسے بیان بیان کیا جانا ضروری ہے اور جس کا ذکر آپ کی کتاب الوصیت میں ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ضرور ہی ہوگا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے کیونکہ خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے۔"

یہ کس قدر زبردست نشان ہے کہ ایک طرف تو فرمایا کہ قادیان سے ہجرت ہوگی اور دوسری طرف فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا یہ بھی منشاء ہے کہ وہ احمدیوں سے قادیان کو کلیۃً خالی نہ ہونے دے گا۔ تا یہ بات خدا تعالیٰ کی قدرت کا ثبوت ہو۔ فرمایا کہ خدا کی یہی منشاء ہے کہ وہ ہجرت بھی کرائے گا اور پھر ایک حصہ کو قادیان میں رکھے گا۔ چنانچہ پیشگوئی کے یہ دونوں پہلو نمایاں طور پر حرف بحرف پورے ہوئے اور آج دنیا اس عظیم الشان نشان پر انگشت بدنداں ہے کہ یہ کیا ہو گیا۔ کہ احمدیہ جماعت پر ہجرت کا زمانہ آیا۔ اور جماعت کا اکثر وبیشتر حصہ یہاں سے نکلنے پر مجبور ہو گیا۔ لیکن عین اس مجبوری کی حالت میں جبکہ ہجرت کا سیلاب زوروں پر تھا۔ خدا نے اس کے اندر ایک جزیرہ بالکل صحیح سالم آباد رکھا۔

یہ ہیں خدا کی قدرت کے کرشمے جو وہ اپنے انبیاء کے لئے ظاہر کیا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ ان کے لئے خاص قضا و قدر جاری فرماتا ہے۔ پس یہ اسی خاص قضا و قدر ہے جس کے ذریعہ سے اس نے ایک حصہ کو یہاں رکھ کر اپنی ہستی اور قدرت اور اپنے نبی کی صداقت کا بے نظیر نشان قائم کر دیا ہے۔ جس سے صاحب بصیرت ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

"تیسری خبر"

(۳) اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بھی خبر دی تھی کہ انّہٗ اٰوی القریۃ۔ [illegible] قادیان کو کسی قدر بلا کے بعد اپنی پناہ میں لے گا۔" (تذکرہ صٓ ۴۹۳)

چنانچہ یہ پیشگوئی اپنے اندر تین زبردست نشان رکھتی ہے:-

(۱) یہ کہ قادیان پر بلا آئے گی۔

(۲) وہ بلا کسی قدر ہوگی۔

(۳) اس کے بعد خدا تعالیٰ اسے پھر اپنی پناہ میں لے لے گا۔

یہ تینوں زبردست نشان اول طاعون و زلزلہ کے زمانہ میں پورے ہوئے۔ اور پھر ۱۹۴۷ء کے فسادات کے زمانہ میں دوبارہ اپنی پوری شان کیساتھ پورے ہوتے دنیا نے دیکھے۔ ایسے زبردست نشانات دیکھ کر بھی ان سے فائدہ نہ اٹھانا سخت محرومی ہے۔

ایک اور عظیم الشان پیشگوئی

(۴) اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک عظیم الشان بیٹے کی بشارت دی اور فرمایا کہ وہ عمر پانے والا اور زمین کے کناروں تک شہرت پانے والا ہوگا۔ اس پیشگوئی کو آپ نے ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کو اشتہار کے ذریعہ دنیا تک پہنچایا جس پر بعض لوگوں نے کہا کہ اس کی پیدائش کی مدت نہیں بتائی گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ وہ نو سال کے عرصہ میں ضرور پیدا ہوگا۔ چنانچہ آپ نے لکھا

"ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی نو سال کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ وہ جلد ہو خواہ دیر سے بہر حال اسی عرصہ کے اندر پیدا ہو جائیگا۔"

(اشتہار ۲۲ر مارچ ۱۸۸۶ء)

چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق وہ پیدا ہوا اور اس نے عمر پائی۔ وہ زندہ موجود ہے۔ اس کا نام آپ کو محمود احمد بتایا گیا تھا جو اب امام جماعت احمدیہ ہے۔ جس کے متعلق آپ نے یہ بھی خبر دی تھی۔

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

چنانچہ ہجرت کے رنگ میں وہ اندھیرا آیا جسے اللہ تعالیٰ نے دور کرنے کی اوّل از وقت بشارت دے رکھی تھی۔ اور بتایا کہ اس کے اندھیرے کو دور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ دنیا کو ایک پھیر اور چکر میں ڈال دیگا۔

پھر پاکستان میں جماعت احمدیہ پر جس قسم کا ابتلاء اور اندھیرا آیا ہے۔ ملک کے لوگ اس سے بے خبر نہیں اور پھر جس طرح اسے خدا نے دور کیا۔ وہ بھی سب کو معلوم ہے۔ اسی طرح اس ہجرت کے اندھیرے کو بھی خدا تعالیٰ ضرور دور کرے گا۔ اور دنیا کو پھر ایک چمکتا ہوا نشان دکھائے گا۔ چنانچہ فرمایا کہ

"میں بعد اس کے جو مخالف تیری توہین کریں تجھے عزت دوں گا اور تیرا اکرام کروں گا وہ ارادہ کریں گے کہ تیرا کام ناتمام رہے اور خدا نہیں چاہتا کہ تجھے چھوڑ دے جب تک تیرے تمام کام پورے نہ کرے۔ میں رحمان ہوں ہر ایک امر میں تجھے سہولت دوں گا ایک طرف سے تجھے برکتیں دکھلاؤں گا۔"

(تذکرہ صٓ ۵۹۵)

ان باتوں کا ایک سلسلہ ہے جو چلتا چلا جا رہا ہے اور دنیا ان باتوں کے نظارے دیکھتی جا رہی ہے اور دیکھتی رہے گی۔ پس یہ پیشگوئیاں صرف مثال کے طور پر پیش ہیں۔ ورنہ آپ نے اس کثرت سے پیشگوئیاں کی ہیں کہ ان کی تفصیل بیان دینا مشکل ہے۔ وہ آپ کی کتب میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ پس یہ چیز انبیاء کے مخالفین میں سے کبھی بھی کسی کو نہ حاصل ہوئی ہے نہ حاصل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو جائے تو ان کی صداقت و شناخت مشتبہ ہو جائے اور ان کو ماننا دنیا کے لئے مشکل ہو جائے۔

پس حق کے طالبوں کو ہمیشہ اس چیز کو مدنظر رکھ کر جستجو اور تحقیق کرنی چاہیئے۔ ورنہ وہمی باتوں کے پیچھے پڑ کر وہ ہمیشہ کے لئے حق و صداقت سے محروم ہو جائیں گے۔ اور خدا کے سچے مرسلوں اور اوتاروں کو ماننا انہیں نصیب نہ ہوگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ خدا تعالیٰ سے دور رہیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ پیشگوئیوں سے بڑھ کر اور کوئی چیز معیار صداقت نہیں ہو سکتی یہی صحیح کسوٹی ہے جس کی کسوٹی پر پرکھا جا سکتا اور حق و باطل میں تمیز کی جا سکتی ہے۔

ذکر حبیب علیہ السلام

از حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی

(۲)

آپ بیتی

میری آپ بیتی کے سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے مخالف حصہ کے ایک فرد جو آپ کے رشتہ میں بھانجے تھے یعنی مکرم مرزا احسن بیگ صاحب مرحوم بچپن میں ہی دینی رجحان اور حضرت اقدس علیہ السلام کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے۔ حضورؑ بھی ان کے ساتھ شفقت اور پیار کرتے تھے۔

یہ حضور اقدس علیہ السلام کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو تھا کہ آپؑ اپنے خاندان کے اس حصہ کے ساتھ بھی جو ہمیشہ آپؑ کے مخالف اور درپئے آزار رہتا تھا حسن سلوک اور مہربانی فرماتے تھے۔ مرزا احسن بیگ صاحب نے جب کچھ ہوش سنبھالا تو راجپوتانہ کی ریاست کوٹہ میں اراضی خریدی۔ اس زمین کے انتظام و انصرام کے لئے انہوں نے حضور اقدس علیہ السلام سے میرے لئے درخواست کی۔ چنانچہ حضورؑ کے ارشاد کے ماتحت خاکسار ۱۹۰۳ء میں مرزا احسن بیگ صاحب کی اراضی پر راجپوتانہ چلا گیا۔ اور وہاں پر چار سال کا عرصہ گذارا۔ اگرچہ وہاں سیر و تفریح اور شکار کے لئے اکثر مواقع ملتے۔ لیکن مجھے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی جدائی اور وطن مالوف سے دوری بار بار بے تاب اور پریشان کرتی۔ لیکن مرزا احسن بیگ صاحب کی خواہش اور لکھنے پر حضور اقدس علیہ السلام یہی ارشاد فرماتے کہ

"میاں عبدالرحمٰن ہماری خوشی چاہتے ہو تو وہیں بیٹھے رہو!"

چنانچہ خاکسار حضورؑ کے ارشاد کی تعمیل میں اس دور دراز علاقہ میں پڑا رہا۔ آخر خدا تعالےٰ نے ۱۹۰۷ء میں ایک ایسی تقریب پیدا کی جو مجھے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں لانے اور پھر ۲۷ر مئی ۱۹۰۸ء تک حضور اقدس کی آخری خدمت بجا لانے کا موجب ہوئی۔

واپسی کی تقریب

وہ واقعہ یہ تھا جیسا کہ ذکر کر چکا ہوں ریاست کوٹہ میں میرا اور مرزا احسن بیگ صاحب کا بہت سا وقت شکارگاہوں میں شیر۔ چیتے۔ بھیڑیے۔ سؤر اور ہرنوں وغیرہ کے شکار میں صرف ہوتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے شیر کے دو بچے پکڑ کر پالے یہ بچے پنجرے میں بند تھے۔ کہ ایک چیتا وہاں پر آگیا۔ اور ایک بھیڑ کو جو قریب ہی تھی اٹھا کر لے گیا۔ میں اور مرزا صاحب اس چیتے کے تعاقب میں گئے۔ جب چیتا اچانک نکلا تو میں نے ریوالور سے جو مرزا احسن بیگ نے مجھے پکڑا دیا تھا۔ اس پر فائر کیا۔ جس سے اس کا دایاں بازو ٹوٹ گیا۔ جس پر اس نے مجھ پر حملہ کیا اور میرا پاؤں پکڑ لیا۔ لیکن ہمارے شکاری کتوں نے اس پر جھپٹا مارا۔ اور اس دھینگا مشتی میں میرا پاؤں چھوٹ گیا۔ اتنے میں مرزا احسن بیگ صاحب نے چیتے کو گولی سے ہلاک کر دیا۔

میں زخمی ہو کر کئی ماہ تک بیمار رہا۔ اور جب کچھ آرام ہوا تو واپس قادیان آنے کے لئے روانہ ہو گیا۔ اس دفعہ مرزا احسن بیگ صاحب نے مجھے نہ روکا۔ چنانچہ میں قادیان پہنچ گیا۔ قادیان آنے کا سامان خدا تعالےٰ نے خود ہی مناسب تدبیر سے فرمایا۔ نہ مرزا صاحب نے مجھے اس دفعہ روکا اور نہ ان کے مدد کئے پر حضرت اقدس علیہ السلام نے وہیں ٹھہرے رہنے کا ارشاد فرمایا اس کے بعد خدا کے فضل سے مجھے حضورؑ کے قدموں میں حضورؑ کی وفات یعنی ۲۷ر مئی ۱۹۰۸ء کو حضورؑ کی تدفین تک ساتھ رہنے کا موقع ملا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

مقدس تعلیم

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پوتر اور نفع مند تعلیم میں سے جن باتوں نے مجھے خاص طور پر موہ لیا اور میں سب عزیزوں کو چھوڑ چھاڑ کر ہمیشہ کے لئے آپ کا اور قادیان کا۔ ہاں اسی قادیان کا جس میں اس وقت میں اور آپ سب حاضرین موجود ہیں، ہو گیا۔ وہ یہ ہیں کہ:-

آپؑ نے یہ تعلیم دی کہ جس طرح پرماتما کا سورج آکاش میں سب کے لئے چمکتا ہے اور سب کو گرمی اور دھوپ پہنچاتا ہے۔ جس طرح اس کی ہوائیں سب کی زندگی کا سہارا ہیں جس طرح اس کا پانی سب کو ٹھنڈک پہنچاتا پیاس بجھاتا ہے۔ اور اس کی آگ سب کے چولھے سلگاتی اور کھانا تیار کرتی ہے۔ اور اس فیض رسانی میں خدا کی طرف سے مذہب۔ ملک یا قوم کی کوئی تفریق یا بٹوارہ نہیں۔ جس طرح ایک برہمن ان چیزوں سے فائدہ اٹھا رہا ہے اسی طرح ایک چنڈال جو اتنا نیچ ہے کہ کتوں کا گوشت کھانا بھی جائز سمجھتا ہے اُس کی فیض رسانی سے محروم نہیں۔ اور وہ خدا جس نے انسان اور حیوان کی فطرت میں بعض ضرورتیں اور تقاضے رکھے ہیں۔ اسی پرماتما نے ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے سامان بھی پیدا کئے ہیں۔

یہ حال تو جسمانی ضرورتوں کا ہے۔ جو چند روزہ اور فانی ہیں۔ ان سے زیادہ ضروری اور بڑھ کر انسان کی روحانی ضرورتیں اور تقاضے ہیں۔ جو اس کی ہمیشہ رہنے والی روح میں پائے جاتے ہیں۔ اور یہ روحانی پیاس جس طرح ہندوستان کے لوگوں میں ہے۔ اسی طرح عرب اور شام و فلسطین کے لوگوں میں ہے۔ اور ایران و چین کے لوگ بھی اس سے عاری نہیں۔

پس پرماتما جو اپنے رحم و کرم سے انسان کی جسمانی ضرورتوں کو بلحاظ مذہب و قوم اور ملک پورا کر رہا ہے۔ اسی نے انسان کی روحانی ضرورتوں کو پورا کرنے کا بھی تمام انسانوں کے لئے خواہ وہ مشرق میں بسنے والے ہوں یا مغرب میں۔ خواہ وہ چین و ترکستان کے باسی ہوں یا ایران و عرب کے باشندے۔ انتظام فرمایا ہے حضرت اقدس علیہ السلام نے اس اصول تعلیم کے ماتحت جو آپ نے قرآن کریم سے اخذ کی ہے۔ اس بات کا اعلان فرمایا کہ یہ بات درست نہیں۔ کہ صرف عرب یا فلسطین میں خدا کے رسول اور پیغمبر آئے اور چین اور ترکستان اس سے محروم رہے یا صرف ہندوستان میں اوتار اور رشی ہوئے اور ایران اور دوسرے ممالک اس سے محروم رہ گئے

سب قوموں میں خدا کے برگزیدہ

آپ نے اس بات کی تعلیم دی کہ جو مذہب بھی دنیا میں جڑ پکڑ گیا اور اس کے ماننے والوں نے اس پر چل کر روحانی طاقتیں اور خدائی نشانات پائے وہ پرماتما کی طرف سے ہے۔ اور اس کو جھوٹا کہنا خود اپنی سچائی کو داغدار کرنا ہے۔

چنانچہ آپؑ نے ان مسلمانوں کے خیالات کو بھی غلط قرار دیا جو قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہندوستان کے اوتاروں اور رشیوں کو سچا نہ سمجھتے تھے۔ اسی طرح آپؑ نے ان ہندوؤں، جینیوں اور بدھوں کی غلطی کو بھی واضح کیا جو بھارت ورش کے باہر پیدا شدہ کسی پیغمبر یا اوتار کو سچا یقین کرنے اور اس پر ایمان لانے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ آپؑ نے جہاں حضرت بانیٔ اسلام محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ حضرت عیسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت ابراہیمؑ کے خدا کی طرف سے بھیجے جانے کا اقرار کیا۔ اور کروایا وہاں شری کرشن جی مہاراج۔ شری رامچندر جی۔ مہاتما بدھ۔ ایران کے حضرت زرتشت۔ چین کے حضرت کنفیوشس اور حضرت گورو نانک دیو کو بھی خدا کے مقدس اوتار تسلیم کیا۔ اور ایک دنیا کو ان کا خدا کی طرف سے ہونا یقین کروایا۔

شری کرشن جی علیہ السلام

چنانچہ آپ شری کرشن جی مہاراج کے متعلق اپنے قلم سے تحریر فرماتے ہیں:-

"خدا تعالےٰ نے کشفی حالت میں بارہا مجھے اس بات پر اطلاع دی ہے کہ آریہ قوم میں کرشنؑ نام ایک شخص گذرا ہے جو خدا کے برگزیدوں اور اپنے وقت کے نبیوں میں سے تھا۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳۰)

پھر فرماتے ہیں:-

"راجہ کرشنؑ جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے درحقیقت ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی یا اوتار میں نہیں پائی جاتی اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترتا تھا۔ وہ خدا کی طرف سے فتحمند اور با اقبال تھا جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں کو بگاڑ دیا گیا وہ خدا کی محبت سے پُر تھا۔ اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا۔"

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۳)

زرّین اصول

آپؑ نے دنیا کے مذہبی جھگڑوں اور منافرت کو دور کرنے کے لئے ایک اور زرین اصول پیش فرمایا یعنی ہر شخص بجائے دوسرے مذاہب پر اعتراض کرنے کے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے۔ جس مذہب میں نسبتاً زیادہ خوبیاں ہوں گی۔ وہ زیادہ مفید اور قابل عمل قرار پائے گا۔ دوسرے مذاہب پر نکتہ چینی اور کیچڑ اچھالنے سے سوائے منافرت اور تفرقہ کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں اگر مجبوراً کسی نقص کو سامنے لانا ہی ہو تو کم از کم اس اصول کو مدنظر رکھا جائے۔ کہ کسی مذہب پر وہ اعتراض نہ کیا جائے جو خود اپنے مذہب پر وارد ہوتا ہو۔

زندہ مذہب

سب سے زیادہ اہم بات جو آپؑ نے اپنی تعلیم کے سلسلہ میں پیش کی وہ زندہ مذہب اور زندہ خدا کا تصور ہے دوسرے مذاہب اور فرقے یہ بات تو تسلیم کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے اپنا الہام۔ کلام اور آکاش بانی اپنے پیارے اور برگزیدہ بندوں پر پرانے زمانہ میں اتاری۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ لوگوں سے کلام ربانی (باقی صفحہ ۱۲ پر)

بنی اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل کی تلاش میں!

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی ہندوستان میں آمد

جناب شیخ عبدالقادر صاحب لائلپوری کے قلم سے

آج سے ۷۰ سال پیشتر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے یہ انکشاف کیا کہ حضرت مسیح ناصری صلیب سے زندہ اتار لئے گئے تھے اور حسب پیشگوئی تین دن رات وہ قبر نما کوٹھڑی میں زیر علاج رہ کر مرہم عیسےٰ یا مرہم حواریین کے استعمال کے بعد قدرے شفایاب ہو کر بنی اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل میں تبلیغ و تعلیم کے لئے حسب منشاء الٰہی کشمیر پہنچے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ان تمام باتوں کو محکم دلائل اور یہود و نصاریٰ کی مسلمہ کتب کے علاوہ تاریخی اور طبی کتب کے مستند حوالہ جات سے ثابت کیا چنانچہ اس ضمن میں ذیل کا تحقیقی مضمون ہم رسالہ الفرقان ربوہ سے شکریہ سے نقل کرتے ہیں جو امید ہے دلچسپی سے پڑھا جائیگا (ادارہ)

جب حضرت مسیح ناصری علیہ السلام مبعوث ہوئے تو اہل یہود صحفِ سماوی کی پیشگوئیوں کی رو سے یہ سمجھتے تھے۔ کہ آنے والے مسیح نے نسلِ داؤد کے ایک شہنشاہ کی صورت میں ظاہر ہونا ہے۔ وہ بڑی طاقت اور عظیم لشکر جمع کرے گا۔ اور یہود کو غیر قوموں کی حکومت سے مخلصی بخشے گا۔ اور اس کے ذریعہ بنی اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل بحال ہوں گے۔ اور وہ پھر اپنے وطن میں واپس لوٹیں گے۔ مسٹر ای ملے گارڈینر اپنی کتاب "The Life & Teaching of Christ" میں یہود کی ان تمناؤں کے متعلق مندرجہ ذیل نوٹ دیتے ہیں :-

"آنے والے مسیح کی بادشاہت کے متعلق یہود اس نظریہ کے حامل تھے کہ آنے والا موعود نسل داؤد کا ایک شہزادہ ہوگا۔ اس کی آمد سے پہلے ایلیا نبی کا ظہور ہوگا۔ مسیح آکر غیر قوموں کے تسلط سے نجات دے گا۔ اور قوم یہود کی آزادی اور خودمختاری کو بحال کردے گا۔ بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل واپس لوٹیں گے اور آخر کار بحالی اور سربلندی کے سنہری دور کا آغاز ہوگا۔" (ص ۵)

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے آکر یہود کے ان تصورات کے برعکس یہ بتایا کہ صحفِ سماوی کی پیشگوئیاں برحق ہیں۔ لیکن آسمانی کتابوں کے محاورے نہ سمجھنے کے باعث ظاہر پرست لوگوں کو ہمیشہ ٹھوکر لگی۔ جس پر خدا تعالیٰ کے نبیوں کو کہنا پڑا :-

"تم کانوں سے سنو گے مگر سمجھو گے نہیں اور آنکھوں سے مشاہدہ کرو گے پر دریافت نہ کرو گے"۔

میری قوم کو بھی ٹھوکر لگی۔ انہوں نے صحفِ سماوی کی پیشگوئیوں کو ظاہر پر محمول کیا۔ اُن کی تمنائیں بر نہ آئیں۔ اور وہ ایک صادق انسان کو رد کرکے مغضوب قوم بن گئے۔ حضرت مسیح ناصری نے صحفِ سماوی کی پیشگوئیوں کی اصل حقیقت بیان کی اور فرمایا کہ :-

۱۔ مسیح کی بادشاہت سے مراد آسمانی بادشاہت ہے نہ کہ زمینی بادشاہت"۔ (یوحنا $\frac{18}{36}$)

۲۔ ایلیا کی آسمانی آمد سے مراد اس کے مثیل کی آمد ہے۔ جو یوحنا کے وجود میں ظاہر ہو چکی ۔۔۔ ۔۔۔ نہ کہ ایلیا کا بجسدِ عنصری آسمان سے نزول"۔

۳۔ بنی اسرائیل کی مخلصی سے مراد ان کی روحانی اصلاح ہے نہ کہ غیر قوموں کے مقابلہ اور جہاد بالسیف کے ذریعہ بنی اسرائیل کا سیاسی تسلط۔

۴۔ بنی اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل کی واپسی سے مراد یہ ہے کہ مجھے یہاں سے ہجرت کرکے ان قوموں کی تلاش میں اُن کے پاس جانا ہوگا۔ وہ آسمانی آواز کی شنوا ہوں گی۔ اور مجھ پر ایمان لاکر برکات حاصل کریں گی۔ اور یوں اُن کی روحانی بحالی ہوگی۔ (یوحنا $\frac{10}{16\text{ تا }14}$)

یہ مراد نہیں کہ وہ قومیں میرے زمانہ میں اپنے وطن میں بحال ہو جائیں گی۔

میرا آج کا مضمون شق چہارم سے تعلق رکھتا ہے۔ آیئے! ہم دیکھیں کہ یہود میں یہ تصور کس طرح پیدا ہوا کہ آنے والا موعود بنی اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل کو ملک کنعان میں بحال کرے گا حضرت عزرا نبی کے مکاشفات میں ہمیں اس سوال کا جواب مل جاتا ہے۔ یہ مکاشفات یہود کے اس تصور کی اساس ہیں۔

حضرت عزرا نبی کے مکاشفات میں لکھا ہے کہ آنے والے موعود کے پاس اُن بنی اسرائیل کا پُرامن گروہ جمع ہوگا۔ جو آشوری بادشاہوں کے ذریعہ جلاوطن کر دیئے گئے۔ اور مختلف ملکوں میں ہوتے ہوئے بالآخر وہ سرزمین ارسارۃ (شمالی مغربی ہندوستان کے علاقہ) میں بس گئے کشف چونکہ تعبیر طلب ہوتے ہیں۔ یہود اپنی ظاہر پرستی کے باعث یہ سمجھے کہ چونکہ مسیح نے یروشلم میں سریرآرائے حکومت ہونا ہے۔ اس لئے گمشدہ اسباطِ عشرہ بھی یروشلم میں آئیں گے۔ حالانکہ اس کا مطلب صرف اتنا تھا کہ حضرت مسیح کو ان قبائل میں جانا ہوگا۔ اور وہ لوگ اس روحانی مرکز کے اردگرد جمع ہوں گے۔ اور اُن کی روحانی بحالی ہوگی۔ حضرت مسیح ناصریؑ نے ان پیشگوئیوں کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ اب عزرا نبی کا کشف اور حضرت مسیح ناصریؑ کی وضاحت درج ذیل ہے:

عزرا نبی کا مکاشفہ

حضرت عزرا نبی کو ایک کشف میں بتایا گیا۔ کہ آنے والے موعود کے زمانہ میں دو گروہ ہونگے ایک گروہ اس کی تکذیب و انکار کرے گا اور اس سے برسرپیکار ہوگا۔ یہ گروہ مامورِ خدا کی روحانی تاثیرات کے ذریعہ طاعون، جنگ اور مختلف عذابات میں تباہ و برباد ہو جائے گا۔ دوسرا عظیم گروہ ایسے لوگوں کا ہوگا جو کہ پُرامن ہوں گے۔ یہ گروہ مسیح کے افاضۂ روحانی سے فیض یاب ہوگا۔ اس دوسرے گروہ کے متعلق کشف کی تعبیر کے سلسلہ میں لکھا ہے :-

"اے عزرا جیسے کہ تم نے کشف میں دیکھا کہ آنے والے موعود نے ایک اور گروہ کو جو کہ پُرامن تھا اپنے اردگرد جمع کیا۔ سو اس کی تعبیر یہ ہے کہ یہ گروہ وہ دس اسرائیلی قبائل ہیں جو کہ ہوسیا بادشاہ کے زمانہ میں اپنی سرزمین سے نکالے گئے۔ جنہیں آشوری بادشاہ سالما نزد غلام بنا کر لے گیا تھا۔ اُس نے اُن کو دریا کے پار ایک دوسری سرزمین میں لے جاکر بسا دیا۔ بنی اسرائیل کے ان دس قبائل نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ غیر قوم کے ملک کو چھوڑ کر وہ کسی اگلے ملک میں چلے جائیں۔ ایسی جگہ جو انسانی آبادی سے خالی ہو۔ تا کہ وہ اپنی ان روایات کو قائم رکھ سکیں۔ جنہیں وہ اپنے وطن میں وہاں سے نکل آنے کے باعث قائم نہ رکھ سکے۔

اس فیصلہ کے بعد یہ قبائل عازم سفر ہوئے۔ اور دریائے فرات کے تنگ راستوں سے گذرے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اُن کے لئے دریا کی روانی کو کم کر دیا حتیٰ کہ وہ دریا پار کر گئے۔ یہاں سے گذر کر منزلِ مقصود کی طرف ایک بڑا راستہ جاتا تھا۔ اس راستہ پر گامزن ہو کر ڈیڑھ سال کے سفر کے بعد وہ سرزمین ارسارۃ میں پہنچے جو کہ شمال مغربی ہندوستان کے ایک علاقہ کا قدیم نام تھا) جہاں کہ وہ بس گئے۔ وہاں وہ عرصہ دراز تک قیام پذیر رہیں گے اور جب وہ دوبارہ واپس آئیں گے تو خدا تعالیٰ دریا کی روانی کو پھر آہستہ کر دے گا۔ تا کہ وہ اس میں سے گذر سکیں یہی وہ گروہ ہے جسے تم نے کشف میں دیکھا کہ وہ آنے والے موعود کے اردگرد پُرامن طور پر جمع ہوا۔

حضرت عزرا نبی کے ان کشوف کو چونکہ سینکڑوں سال کے بعد جمع کیا گیا۔ اس لئے ان کی تعبیر میں یہود کے اپنے تصورات داخل ہوگئے۔ یہود یہ یقین رکھتے تھے کہ مسیح یروشلم میں برسرِ حکومت ہوگا اس کی حکومت ابدی ہوگی۔ لہٰذا بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل کی واپسی سے مراد ان کی فلسطین میں واپسی ہے۔ چنانچہ اس کشف کے آخر میں یہی لکھ دیا گیا۔ یہ کشوف عہد عتیق کے اس حصہ میں ملتے ہیں۔ جسے "اپاکرفا" کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کو بائیبل کے مجموعہ میں شامل نہیں کیا گیا محققین کے نزدیک یہ مسلمہ ہے کہ ان کشوف میں الہٰی عنصر بھی شامل ہے۔ اور بعض تصورات جو کہ یہود سے خاص تھے دخیل ہو گئے۔

حضرت عزرا نبی کا کشف صرف اتنا تھا۔ کہ مسیح کی مخالفت کرنے والا ایک گروہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اور دوسرا گروہ آپ پر ایمان لاکر اپنے اس روحانی مرکز کے اردگرد جمع ہوگا۔ گویا وہ دوبارہ بحال ہو جائے گا۔ یہ دوسرا گروہ قدیم ہندوستان کے شمال مغرب میں بسنے والے بنی اسرائیل کے دس فرقے تھے جن کے لئے یہ مقدر تھا کہ وہ حضرت مسیح ناصریؑ پر ایمان لاکر کھوئی ہوئی روحانی زندگی دوبارہ حاصل کریں۔ یہود چونکہ زیادہ تر ظاہر پرست تھے اس لئے انہوں نے اس کشف سے یہ سمجھ لیا کہ مسیح جب غیر قوموں کو کنعان سے باہر نکال کر یروشلم میں حکمران ہوگا تو اس کے پاس یروشلم میں بنی اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل گروہ در گروہ جمع ہوں گے۔ اور یہی تعبیر ان کشوف کے جمع کرنے والے نے داخلِ کتاب کر دی۔

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام چونکہ اپنے سلسلہ کے مجدد تھے۔ آپ نے باطل روایات کے قطع نظر اصل حقیقت یہی بیان کی ہے۔ کہ بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل کی واپسی سے مراد ان کی روحانی بحالی ہے۔ جو کہ میرے اس جگہ جانے کے ذریعہ تکمیل کو پہنچے گی۔ جہاں یہ قبائل بس رہے ہیں۔ مندرجہ ذیل حوالہ جات اس سلسلہ میں قابلِ غور ہیں حضرت مسیح ناصری فرماتے ہیں :-

۱۔ "اچھا چرواہا میں ہوں ۔۔۔ بھیڑ اپنی

بھیڑوں کو جانتا ہوں اور میری بھیڑیں مجھے جانتی ہیں۔ اور میں اپنی بھیڑوں کے لئے جان دیتا ہوں۔ اور میری اور بھی بھیڑیں ہیں۔ جو اس بھیڑ خانہ کی نہیں مجھے ان کو بھی لانا ضرور ہے۔ وہ میری آواز سنیں گی۔ پھر ایک گلہ ہوگا اور ایک ہی چرواہا ہوگا۔" (یوحنا باب ۱۰ آیات ۱۴ تا ۱۶)

۲۔ "یسوع نے کہا میں اور تھوڑے دنوں تک تمہارے پاس ہوں۔ پھر اپنے بھیجنے والے کے پاس جاتا ہوں (یعنی خدا تعالیٰ کی راہ میں ہجرت اختیار کر جاؤں گا[1]) تم مجھے ڈھونڈو گے مگر نہ پاؤ گے۔ اور جہاں میں ہوں گا تم نہیں آ سکتے۔ یہودیوں نے آپس میں کہا کہ یہ کہاں جائے گا۔ کیا ان (بنی اسرائیل) کے پاس جائیگا جو غیر قوموں میں پراگندہ ہیں۔ اور غیر قوموں کو تعلیم دے گا؟ یہ کیا بات ہے جو اس نے کہی کہ تم مجھے ڈھونڈو گے مگر نہ پاؤ گے۔ اور جہاں میں ہونگا تم نہیں آ سکتے۔ (یوحنا باب ۷ آیات ۳۳ تا ۳۶ کیتھولک بائیبل)

ان آیات کی تشریح پیکس تفسیر بائیبل میں لکھا ہے:۔

"قوم یہود کے سردار مسیح کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ مسیح اس خطرے سے باخبر ہے۔ وہ اپنے دوستوں سے کہتا ہے کہ وہ ان کے ساتھ زیادہ دیر تک نہ رہے گا۔ وہ اُسے ملنا چاہیں گے۔ لیکن نہ پا سکیں گے۔ ... شاید مسیح ان علاقوں میں جانے کے لئے سوچ رہا تھا۔ جہاں یہود جلاوطنی کے بعد بس گئے تھے؟"

۳۔ پھر لکھا ہے:۔

"لوگوں نے اس کو جواب دیا ہم نے شریعت کی یہ بات سُنی ہے کہ مسیح ابد تک (یروشلم میں) رہے گا۔ پھر تو کیونکر کہتا ہے کہ مسیح ابن آدم کے لئے لازم ہے کہ وہ یہاں سے چلا جائے یہ ابن آدم کون ہے؟ پس یسوع نے ان سے کہا کہ اور تھوڑی دیر تک نور تمہارے درمیان ہے۔" (یوحنا ۱۲/۳۴)

یہاں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے۔ عام تراجم میں فقرہ "ابن آدم کے لئے لازم ہے کہ یہاں سے چلا جائے۔" کی جگہ یہ ترجمہ دیا گیا ہے "ابن آدم کے لئے ضرور ہے کہ وہ اُونچے پر چڑھایا جائے۔" یہ ترجمہ بے معنی ہے اور غلط ثابت ہو چکا ہے۔ پروفیسر چارلس کٹلر ٹوری نے جو کہ السنہ سامیہ کے بہت بڑے ماہر ہیں اپنے ترجمہ انجیل میں The four Gospels (A new Translation) میں اس غلطی کی طرف توجہ دلائی ہے۔

وہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح ناصری کی مادری زبان آرامی تھی۔ آرامی کی رُو سے یہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔ اس آیت پر اُن کا نوٹ ذیل ہے:۔

"آرامی کا لفظ جس کے معنی اُوپر اُٹھائے جانے کے ہیں اکثر اوقات یہ لفظ ایک جگہ سے دوسری جگہ پر جانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح زمین سے اُوپر اُٹھائے جانے کا محاورہ فلسطین کی زمین سے دوسری جگہ جانے کے لئے مستعمل تھا۔" (ص ۱۴۲)

اسی تحقیق کے پیشِ نظر پروفیسر موصوف نے وہ ترجمہ دیا ہے۔ جو کہ میں نے اوپر درج کیا ہے جس میں واضح طور پر حضرت مسیح کا ذکر ہے۔

ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کے لئے صحفِ سماوی کی پیشگوئی کہ "بنی اسرائیل کے گم شدہ قبائل اس کے ذریعہ بحال ہوں گے۔" صرف یہ معنی رکھتی ہے۔ کہ حضرت مسیح ناصریؑ کو اپنے وطن سے ہجرت کر کے ان علاقوں میں جانا ہوگا۔ جہاں یہ قبائل مدت مدید سے سکونت پذیر اور مسیحا کے ذریعہ دینی و روحانی بحالی کے منتظر تھے۔ یہود کا یہ خیال غلط تھا کہ ان قبائل نے دوبارہ اپنے وطن میں واپس لوٹ آنا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ آپ کی یہ سکیم تھی کہ وہ ارضِ فلسطین سے ہجرت کر کے ان علاقوں میں چلے جائیں۔ جہاں اُن کا گلہ منتشر تھا۔ پس اپنے مشن کی تکمیل کے لئے آپ کے لئے ضروری تھا۔ کہ آپ فلسطین سے ہجرت اختیار کرتے اور بنی اسرائیل کے گم شدہ قبائل کو رُوحانی مائدہ سے سیر کرنے کے لئے اُن کے پاس پہونچے آپ کا مشن چونکہ ابھی باقی تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو صلیب سے زندہ اُتار لیا۔ تاکہ آپ اپنے مشن کی تکمیل پر روانہ ہو سکیں۔

ایک قدیم دستاویز مکتوب سکندریہ[1] ہے جس میں حضرت مسیح ناصریؑ کے صلیب سے نجات پانے کے حالات درج ہیں حضرت مسیح ناصریؑ کے اس مشن کا ذکر اُنہی کے الفاظ میں بعبارت ذیل درج ہے:۔

۱۔ "یرمناکو ... جس نے بپتسمہ دیا تھا اس کے دشمنوں نے قتل کر دیا اور مجھے میرے خدا نے اپنا ہاتھ بڑھا کر دشمنوں کے پنجے سے چھڑا لیا۔ اس میں یہی بہتر ہے کہ مجھے کسی خاص اور اہم کام کے لئے زندگی دی گئی۔ آرام اور استراحت کے لئے نہیں۔" (ص ۱۰۴)

۲۔ "خدا نے مجھے پھر اُٹھایا ہے تاکہ وہ بات جو میں تعلیم کیا کرتا تھا اس کو صحیح ثابت کروں اور اپنے شاگردوں کو دکھاؤں کہ میں زندہ ہوں۔" (ص ۸۲)

۳۔ "مجھے موت کا کچھ ڈر نہیں کیونکہ وہ نوازل ہے اور دشمن اس بات کا اعتراف کرینگے کہ خدا نے مجھے بچا لیا ہے۔ اور مشیت ایزدی یہی ہے کہ میں (ابھی) زندہ رہوں مردوں نہیں۔ ... میرے اندر خدا کی آواز موت کے خوف پر غالب ہے۔" (ص ۹۱)

۴۔ "جب تک میرا باپ مجھے میرا مشن پورا کرنے کے لئے نہیں بلائے گا۔ میں اسی جگہ قیام رکھوں گا۔" (ص ۱۰۱)

۵۔ "میں یہ نہیں بتا سکتا کہ اب کہاں جاؤں گا کیونکہ میں اس امر کو مخفی رکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔" (ص ۹۷)

"ارسارۃ" سے کونسا علاقہ مراد ہے۔

عزرانبی کے مکاشفہ میں ذکر آیا ہے کہ بنی اسرائیل کے دس فرقے دریائے فرات کو پار کر کے ڈیڑھ سال کے سفر کے بعد دُور مشرق میں سرزمین ارسارۃ میں جا کر بس گئے۔ دریائے فرات جو کہ اُنیس سو میل لمبا ہے۔ اُس زمانہ میں مشرق اور مغرب میں حد کے طور پر سمجھا جاتا تھا۔ دریائے فرات کے اس پار دُور مشرق میں وہ کونسا ملک ہے۔ جسے سرزمین ارسارۃ قرار دیا گیا ہے۔ یہ امر فیصلہ طلب ہے۔

پرانوں میں ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک علاقے کا نام "اُرسا"[2] آیا ہے۔ یہ علاقہ موجودہ ضلع ہزارہ اور اس کے قریب دوار کے علاقہ پر مشتمل تھا۔

اسی طرح پنڈت کلہن نے آج سے کم و بیش ایک ہزار قبل اپنی کتاب راج ترنگنی میں بار بار "اُرشا" کا ذکر کیا ہے۔ جو کہ کشمیر کی ہمسایہ مملکت تھی۔

ٹھاکر اچھر چند راج ترنگنی کے اُردو ترجمہ میں لکھتے ہیں:۔

"اُرشہ یا اُرشا یہ اس پہاڑی علاقے کا نام ہے جو دریائے وتستا (جہلم) کے بالائی حصے اور سندھ کے مابین واقع ہے اس کا بہت بڑا حصہ اب انگریزی ضلع ہزارہ میں آ چکا ہے ....

... مہابھارت میں "اُرگا" کا جو لفظ استعمال ہوا ہے اُس سے غالباً اُرشا ہی مراد ہے۔ سکندر اعظم نے پنجاب پر جو چڑھائی کی تھی اُس میں اس علاقے کے راجہ کا نام "ارسکس" لکھا ہے۔

اُرشا کا نام بار بار راج ترنگنی میں آتا ہے۔ ارشا کا قدیم صدر مقام جنرل کننگھم کے "جغرافیہ قدیم" کے ص ۱۰۴ کی رُو سے موجودہ مانسہرہ اور ایبٹ آباد کے درمیان کہیں پر واقع تھا۔"

(مکمل راج ترنگنی جلد اول نوٹ نمبر ۱۴۰۔ بحوالہ کنگھم کشمیر کا جغرافیہ قدیم ص ۱۰۴)

یہی اُرشا کا علاقہ ہے جسے عزرا نبی کی کتاب میں ارسارۃ قرار دیا گیا۔

(۱) میجر ایچ۔ ڈبلیو۔ بلیو اپنی کتاب "دی ریسز آف افغانستان" میں لکھتے ہیں:۔

"اس قوم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ افغان لوگ ملک شیریا سے آئے ہیں۔ بخت نصر نے انہیں قید کیا اور پرشیا اور میڈیا کے علاقوں میں انہیں آباد کیا۔ ان مقامات سے کسی بعد کے زمانہ میں مشرق کی طرف نکل کر غور کے پہاڑی ملک میں جا بسے جہاں یہ لوگ ہمسایہ قوموں میں "بنی افغان" اور "بنی اسرائیل" کے نام سے مشہور ہوئے اس کے ثبوت میں عزرا نبی کی کتاب کی شہادت موجود ہے۔ کہ بنی اسرائیل کی دس قومیں جو اسیری میں گئیں قید سے بھاگ کر ملک ارسارۃ میں پناہ گزیں ہوئیں۔ اور یہ اس علاقہ کا نام معلوم ہوتا ہے جسے آجکل ہزارہ کہتے ہیں۔"

اس کے بعد مصنف مذکور اسی تسلسل میں طبقات ناصری کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اسی طرح تاریخ کی ایک کتاب "طبقات ناصری" میں جس میں چنگیز خاں کی فتوحات کا ذکر لکھا ہے کہ شیسبی خاندان کے زمانہ میں یہاں ایک قوم آباد تھی جس کو بنی اسرائیل کہتے تھے۔ اور بعض ان میں بڑے بڑے تاجر تھے۔" (ص ۱۵)

بائیبل میں آستر کی کتاب میں بھی یہ شہادت موجود ہے کہ بنی اسرائیل فارس کی سلطنت میں دریائے سندھ تک پھیلے ہوئے تھے (باقی ص ۱۱ پر)

---

[1] یہ محاورہ قرآن مجید میں بھی استعمال ہوا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کا ذکر ان الفاظ ہوا۔ وَقَالَ اِنِّیْ مُھَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ۔ دوسری جگہ ہے وَقَالَ اِنِّیْ ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّیْ۔ گویا خدا تعالیٰ کی طرف جانے سے مراد یہاں ہجرت ہے۔

[1] The Crucifixion by An Eye witness

[2] ملاحظہ ہو مارکنڈیہ پران

دُعَاء

سیرتِ نبوی کا ایک اہم باب

(از مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی)

مندرجہ ذیل مضمون رسالہ الفرقان لکھنؤ کے حوالہ سے الاعتصام لاہور میں شائع ہوا ہے۔ جسے افادۂ احباب کے لئے ہم درج ذیل کرتے ہیں۔ (ادارہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں جو کمالات جمع تھے ان کو دو شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے (۱) عبدیت کاملہ (۲) نبوت جامعہ۔

عبدیت کا ظہور اور نتیجہ دعا ہے۔ اور نبوت کا مظہر دعوت ہے۔ یہ دونوں سیرت محمدی کے اہم اور نمایاں عنوان اور اس صحیفۂ اعجاز کے دو مستقل باب ہیں۔ دعوت پر سیرتِ محمدی کے ہر طالب علم اور ہر مصنف کی نظر پڑتی ہے۔ اس کی تفصیلات سے کتابیں لبریز ہیں۔ اور اس کے آثار و نتائج تمام دنیا میں درخشاں و تاباں ہیں۔ دعوت جلوت کی چیز ہے۔ اس لئے سب کو بے پردہ و بے نقاب نظر آتی ہے۔ لیکن (میری کوتاہ نظر میں) اس حقیقت پر بہت کم لوگوں کی نظر پڑی ہے۔ کہ دعا کو سیرت نبوی میں کیا مقام حاصل ہے۔ اور خود دعوت نبوی کی تاثیر و تسخیر میں اس کا کتنا بڑا حصہ ہے۔ اور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبدیت کے اس شعبہ کو عروج و ترقی کی کس حد تک پہنچایا۔ کس طرح آپ نے اس شعبہ کا (جو عبدیت و عبادت کے تمام شعبوں اور مظاہر کی طرح مُردہ و افسردہ ہو چکا تھا) احیاء اور اس کی تجدید فرمائی۔ پھر اس کی تکمیل اور تعمیم فرما کر دنیا سے تشریف لے گئے۔

جن لوگوں کی مذاہب و عقائد کی تاریخ پر گہری اور تفصیلی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ اس دور میں جو جاہلیت کے نام سے موسوم ہے عبد و معبود کے تعلق میں اتنا اختلال پیدا ہو گیا تھا۔ کہ دعا کا سرچشمہ (جو یقین و محبت و خوف کے بغیر جاری نہیں ہوسکتا) اندر ہی اندر خشک ہو گیا تھا۔ عبد اپنے اور معبود کے متعلق اتنی غلط فہمیوں اور اتنی جہالتوں کا شکار تھا۔ کہ اس کے اندر دعا کا جذبہ اور تقاضا پیدا ہونا ہی مشکل تھا۔ دعا کے لئے اس ہستی کے یقین کی ضرورت ہے۔ جس سے دعا کی جائے۔ پھر اس یقین کی کہ اس کو ہر طرح کی قدرت ہے۔ اور دینے کے لئے اس کے پاس سب کچھ ہے۔ پھر اس یقین کی کہ اس کے در کے سوا کوئی اور در نہیں۔ پھر اس یقین کی کہ وہ خود بھی دینا چاہتا ہے۔ اور محبت و رحمت بخشش و عطاء اور احسان و انعام اس کی خاص صفت ہے۔ اور کوئی لے کر اتنا خوش نہیں ہوتا۔ جتنا وہ دے کر خوش ہوتا ہے۔ پھر اس یقین کی کہ مخلوق محتاج محض اور سراپا کشکول گدائی ہے۔ پھر اس یقین کی۔ وہ معبود اپنی ہر مخلوق سے دنیا کی ہر چیز سے یہاں تک کہ اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ ہر ایک کی سنتا ہے اور ہر ایک کی ہر حال میں مدد کر سکتا ہے۔

جاہلیت کی تاریخ پر نظر ڈالیئے۔ ان میں سے ہر یقین کتنا نایاب اور مضمحل ہو چکا تھا۔ اور ان حقائق میں سے ہر حقیقت کے بارے میں کتنے شبہات و حجابات اور کتنے توہمات اور مغالطے پیدا ہو چکے تھے۔ یونانی فلسفہ کو "واجب الوجود" یا مبداء اول کی صفات سے جتنا گریز و انکار اور صفات کی نفی اور مجرد و بلا صفت ذات کے اثبات پر جتنا اصرار تھا۔ اس کے بعد اس کے حلقۂ اثر میں دعاء و التجا کا کیا امکان باقی رہ جاتا تھا۔ جس ذات کے متعلق کسی صفت کا علم نہیں بلکہ اس سے ہر صفتِ کمال کی نفی کی جا رہی ہے، اس سے سوال کرنے کے اور مدد چاہنے کے کیا معنی ہوسکتے ہیں؟ جس کو کارخانۂ قدرت میں کوئی دخل نہیں۔ جو "عقل اول" کو پیدا کر کے "معطل" ہو گیا۔ جس "واحد" سے ایک ہی "واحد" کا صدور ہوسکتا ہے اور وہ ہو چکا اس سے ہر دم اور ہر آن نئے نئے افعال و احکام کے صدور کی توقع کب حق بجانب ہوسکتی ہے؟

اس کے مقابلہ میں مشرکانہ جاہلیت اور "وثنیت" نے صفاتِ الٰہیہ میں سے تقریباً ہر صفت کو کسی نہ کسی مخلوق کی طرف منسوب کر رکھا تھا۔ کوئی اجبار پر قادر تھا۔ کسی کے ہاتھ میں رزق تھا۔ کسی کا علم محیط و ہمہ گیر تھا اور ہر غیب اس کے لئے شہود تھا۔ کسی کے لئے زمان و مکان کے حجابات اٹھ چکے تھے اور وہ اپنے پرستاروں کی ہر جگہ اور بیک وقت سب کی مدد کر سکتا تھا۔ اور ہر جگہ پہنچ سکتا تھا وقس علیٰ ھٰذا۔ ایسی حالت میں "الٰہ واحد" کی طرف رجوع کرنے اور اس کے سامنے دست سوال دراز کرنے کا کیا امکان تھا۔ خصوصاً جبکہ وہ نظروں سے اوجھل ہو۔ اور معبودانِ باطل کے سامنے اور دسترس کے اندر ہوں۔ اسی کے ساتھ اس کو بھی ذہن میں رکھیئے۔ کہ جاہلیت کے اس دور میں صفات و افعالِ الٰہیہ کا ذکر و تذکرہ بھی مفقود اور ان کا علم صحیح تقریباً معدوم ہو چکا تھا۔ اور "الٰہ کثیرہ" کی کارفرمائیوں اور کارسازیوں کی داستانوں سے مجلسیں معمور اور قلب و دماغ مسحور تھے۔ ایسی حالت میں وہ "ذہنی کیفیت" بالکل قدرتی اور طبعی تھی۔ جس کا قرآن مجید نے نقشہ کھینچا ہے کہ:-

سلہ یہ سب یونانی فلسفہ کے عقائد و مسلمات ہیں۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ (الزمر)

اور جبکہ ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کے دل نفرت کرتے ہیں۔ اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو فوراً خوش ہو جاتے ہیں۔

بہرحال یونانی فلسفہ نے اس مسلک کی بنا پر جو اس نے صفات کے بارے میں اختیار کیا تھا) دعا و التجاء کا دروازہ ہی بند کر دیا تھا۔ دونوں کا مجموعی نتیجہ یہ تھا کہ براہِ راست خدا سے طلب و سوال اور دعاء و التجاء کا رواج ہی تقریباً ختم ہو گیا تھا۔ زمانۂ بعثت میں پورے پورے ملک اور وسیع علاقوں میں ایسے چند آدمی بھی ملنے مشکل تھے جن کو خدا سے دعا کرنے کی عادت اور اس کا سلیقہ ہو۔ اور جو اس سے تسکین حاصل کرتے ہوں اور اسی کی دعوت دیتے ہوں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ارواحنا ونفوسنا فداہ) نے محروم و محجوب انسانیت کو دوبارہ دعا کی دولت عطا فرمائی۔ اور بندہ دل کو خدا سے ہمکلام کر دیا۔ اور دعا کی کیا دولت عطا فرمائی۔ بندگی کی بلکہ زندگی کی لذت اور عزت عطا فرمائی۔ اس مطرود انسانیت کو پھر اذن باریابی ملا۔ اور آدم کا بھاگا ہوا فرزند پھر اپنے خالق و مالک کے آستانے کی طرف یہ کہتا ہوا واپس لوٹا ؎

بندہ آمد بردرت بگریختہ
آبروئے خود بعصیاں ریختہ

دعا سے محرومی کا ایک بڑا سبب جاہلیت میں یہ غلط تخیل تھا۔ کہ خدا ہم سے بہت دور ہے۔ ہماری آواز وہاں کہاں پہنچ سکتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان فرمایا۔ اور یہ منشور سنایا کہ

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرہ ۲۳)

اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں نزدیک ہوں۔ دعا کرنے والوں کی دعا قبول کرتا ہوں۔

دوسرا غلط عقیدہ یہ تھا کہ خدا کے سوا اور بھی نفع و ضرر کا مالک اور انسانوں کی امداد و اعانت پر قادر ہے۔ اس عقیدے نے دعا و استعانت کو "حقیقی نافع و ضار" سے ہٹا کر خیالی معاونوں اور دادرسوں کی طرف متوجہ کر دیا تھا۔ اور عالم کا عام شرک و بت پرستی کا شکار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری قوت اور وضاحت کے ساتھ اس فرمان کا اعلان کیا۔ جس میں آپ ہی کو خطاب تھا۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (یونس ع ۱۱)

کہہ دو اے لوگو! اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا بلکہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں وفات دیتا ہے۔ اور مجھے حکم ہوا ہے کہ ایمان والوں میں رہوں اور یہ بھی کہ یکسو ہو کر دین کی طرف رخ کئے رہو۔ اور مشرکوں میں نہ ہو۔ اور اللہ کے سوا ایسی چیز کو نہ پکار جو نہ تیرا بھلا کرے اور نہ برا۔ پھر اگر تو نے ایسا کیا تو بے شک ظالموں میں سے ہو جائے گا۔ اور اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کو کوئی ہٹانے والا نہیں اور اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچاتا ہے تو کوئی اس کے فضل کو پھیرنے والا نہیں۔ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا ہے۔ اور وہی بخشنے والا اور مہربان ہے۔

پھر آپ نے صرف اس کو واضح نہیں کیا کہ بندہ اپنے مالک سے دعا کر سکتا ہے اور وہ اس کو سنتا ہے۔ اور اس کی مدد کر سکتا ہے۔ بلکہ آپ نے ثابت کیا کہ خدا کو دعا مطلوب ہے اور وہ اس سے خوش اور راضی ہوتا ہے۔ بلکہ دعا نہ کرنے سے ناراض ہوتا ہے۔ دعا بندگی کا نہایت ہی واضح اور مؤثر مظاہرہ اور عدم دعا بندگی سے گریز اور استکبار اور سرکشی کی علامت ہے۔ آپ کے اعلان نے دعا کا پایہ کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ اور اس کو بندگی کے فعل اضطراری کے درجہ سے اعلیٰ عبادت اور قرب کے مقام تک پہنچا دیا۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ (المؤمن ع ۲)

اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا بے شک جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں۔ عنقریب وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا نہ کرنا محض محرومی کا باعث نہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا بھی باعث ہے۔ حدیث ہے کہ بلفظہٖ من لم يسأل الله يغضب عليه جو خدا سے سوال نہیں کرتا اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے (الاعتصام ہو رہا ہے)

دعا اور اس کی قبولیت

بقیہ صفحہ نمبر ۱

زندہ تجلی کے نظارہ سے وہ سب بے نصیب ہیں ہمارا زندہ خدا ہی وہ قیوم خدا ہم سے انسان کی طرح باتیں کرتا ہے ہم ایک بات پوچھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں تو لذت سے بھرے ہوئے الفاظ کے ساتھ جواب دیتا ہے اگر یہ سلسلہ ہزار مرتبہ تک بھی جاری رہے تب بھی وہ جواب دینے سے اعراض نہیں کرتا۔ وہ اپنے کلام میں عجیب در عجیب غیب کی باتیں ظاہر کرتا ہے اور خارق عادت قدرتوں کے نظارے دکھلاتا ہے یہاں تک کہ وہ یقین کرا دیتا ہے کہ وہی ہے جس کو خدا کہنا چاہئیے۔ دعائیں قبول کرتا ہے اور قبول کرنے کی اطلاع دیتا ہے وہ بڑی بڑی مشکلات حل کرتا ہے اور جو مُردوں کی طرح بیمار ہوں ان کو بھی کثرت دعا سے زندہ کر دیتا ہے اور یہ سب ارادے اپنے قبل از وقت اپنے کلام سے بتلا دیتا ہے۔ خدا وہی خدا ہے جو ہمارا خدا ہے وہ اپنے کلام سے جو آئندہ کے واقعات پر مشتمل ہوتا ہے ہم پر ثابت کرتا ہے کہ زمین و آسمان کا وہی خدا ہے"۔ (نسیم دعوت صفحہ ۷۹)

یہ تھے یہ ہے وہ عملی نمونہ جس کی طرف فاضل مضمون نگار نے بایں الفاظ اشارہ کیا تھا:۔

"آنحضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے محروم و مجوب انسانیت کو دوبارہ دعا کی دولت عطا فرمائی اور بندوں کو خدا سے ہمکلام کر دیا"

بایں ہمہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے قبولیت دعا کی اس نعمت کو اپنے محسن و مطاع حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سراسر فیضان ہی قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"اس نے مجھے نہ اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵)

نہ صرف یہ بلکہ آپ نے قبولیت دعا کو ایک نشان الٰہی قرار دیکر تمام دنیا کو مقابلہ کی دعوت دی جیسا کہ آپ نے اس زمانہ کا برحق امام ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے اپنی صداقت پر منجملہ چار قسم کے نشانوں کے قبولیت دعا کو بھی ایک نشان قرار دیا۔ اور فرمایا:۔

"یہ کثرت قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ہے کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں تیس ہزار کے قریب قبول ہو چکی ہیں اور ان کا میرے پاس ثبوت ہے"۔ (ضرورت الامام)

پس یہ ہے خدا کی ہستی کا زندہ اور واضح ثبوت کہ وہ قرآن کا خدا جو اپنے بندے کے متعلق کہتا ہے کہ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان کہ میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں اس زمانہ میں اس کا عملی اور زندہ ثبوت حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے وجود میں ملا اور آپ کے بعد اس وقت حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ کو خدا تعالےٰ کے فضل سے یہ شرف حاصل ہے۔ جبکہ ان کی دعائیں بکثرت قبول ہوتیں اور مومنوں کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوتی ہیں!!

قدیر

اسلام کا پیش کردہ خدا

بقیہ صفحہ نمبر ۲

کے سامان کئے اور جوں جوں انسان کے حالات بدلتے گئے اور اس کی ضروریات بڑھتی چلی گئیں ان احکام خداوندی میں بھی تغیر و تبدل ہوتا چلا گیا جس طرح بچے کی شیر خوارگی کی عمر میں اس کے لئے پسندیدہ غذا دودھ ہے اور جوں جوں اس کے اعضاء نشو و نما پاتے جاتے ہیں اس کے لئے زیادہ ٹھوس غذا کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ بھرپور جوانی کے کامل نشو و نما کے وقت محض دودھ کافی نہیں سمجھا جاتا بلکہ اناج وغیرہ غذائیت اس کی جگہ لیتی ہے۔ پس یہی کیفیت اس روحانی غذا کی ہے۔ جس کے سامان ہر زمانہ کے مناسب حال دنیا کے خالق و مالک نے پیدا کئے۔

پس اگر قرآن کریم سے پہلے آنے والی تمام مقدس کتابیں (خواہ وہ کسی مذہب سے بھی تعلق رکھتی ہیں) دودھ اور ہلکی غذا کے مشابہ ہیں جو اپنے وقتوں میں بہترین روحانی غذائیت کے سامان رکھتی ہیں تو قرآن کریم انسانی کامل نشو و نما کے وقت کی مناسب حال ٹھوس غذا کے سامان بہم پہنچاتا ہے۔

ہاں یہ حقیقت ہے کہ جس طرح دودھ بچے کے لئے پوری غذائیت کے سامان رکھنے کے باوجود اس کا یہ بھی خاصہ ہے کہ وہ زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتا بلکہ جلد متغیر ہو جاتا ہے۔ مگر اس کے مقابل پر جوانی میں جن اشیاء سے غذائیت حاصل کی جاتی ہے وہ اشیاء قابل ذخیرہ ہوتی ہیں اور برسوں تک محفوظ رہتی ہیں بلکہ یہی حالت قرآن سے پہلے مقدس کتابوں کی ہے جو دنیا کی ابتدائی عمر میں انسان کو دی گئیں۔ اب جبکہ دنیا کی عمر پر ہزاروں سال گذر گئے تو حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کتابیں زمانہ کی دستبرد سے محفوظ رہ کر یہ تمام و کمال ویسی ہی ہیں جو ابتدائی ایام میں تھیں!! اور نہ ہی کسی بھی ایسی مقدس کتاب کا اپنے متعلق یہ دعویٰ ہی ہے۔ مگر قرآن کریم کی حالت ان سے بالکل جُدا ہے۔ کیونکہ ایک تو قرآن کریم ان سب کتابوں کے بعد آیا۔ دوسرے جس وقت سے دنیا اس سے متعارف ہوئی وہ حتمی اور یقینی طور پر بالکل اسی طرح محفوظ چلا آیا ہے جس طرح کہ وہ ابتدائے زمانہ نزول کے وقت تھا۔ چنانچہ اس بارہ میں اسلام کے شدید معاند محققین نے بھی بعد تحقیق اس کا اعتراف کیا ہے۔ جیسا کہ سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمد میں بایں الفاظ اعتراف کرتا ہے۔

There is otherwise every security internal and external that we posses the text which Mohammad himself gave forth and used

یعنی اس کے علاوہ ہمارے پاس ہر ایک قسم کی ضمانت موجود ہے اندرونی شہادت کی بھی اور بیرونی کی بھی کہ یہ کتاب جو ہمارے پاس ہے وہی ہے جو خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا کے سامنے پیش کی تھی اور اسے استعمال کیا کرتے تھے۔

حتیٰ کہ قرآن مجید کی غیر معمولی حفاظت کو دیکھنے کے بعد کیا ہی پر حسرت الفاظ لکھتا ہے:۔

"To compare their pure texts with the various readings of our Scriptures is to compare things between which there is no analogy"

یعنی مسلمانوں کی بالکل پاک اور غیر متبدل شدہ کتاب اور ہماری کتب کے مختلف نسخوں کے باہمی اختلاف کا مقابلہ کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ دو ایسی چیزوں کا مقابلہ کیا جائے جن میں باہمی کوئی بھی مشابہت نہیں"۔

پس گیتا اور قرآن کی نسبت خدا کی پسند میں اصلیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں لیکن اگر کوئی شخص محض اس تقابلی حیثیت کو دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچے جس کا اظہار زیر نظر سوال میں کیا گیا ہے۔ تو بلاشبہ معقولی اعتبار سے وہ حق بجانب سمجھا جائے گا۔ کیونکہ حق بات یہی ہے کہ قرآن کی نسبت خدا کی پسند کا ثبوت اس کی غیر معمولی حفاظت سے ظاہر ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔

علاوہ ازیں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ قرآن کریم کو ایسا درجہ دینے سے کتب سابقہ کی کسی طور پر تنقیص بھی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ قرآن کریم کا یہ بھی دعوےٰ ہے کہ فیہا کتب قیمۃ کہ قرآن کریم میں تمام قائم رہنے والی صداقتیں موجود ہیں۔ اور ایک شہد کی مکھی کی طرح گویا قرآن کریم نے تمام سابقہ مذہبی پھولوں کا خلاصہ اور نچوڑ لے کر خالص شہد کے رنگ میں روحانی امراض کی شفا کے لئے تعلیمات پیش کر دی ہیں۔

(باقی)

امام الزمان کی تلاش

ہر مسلمان کا فرض

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:۔

"من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ" کہ جو زمانہ کے امام کو نہ پہچانے اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ

اس زمانہ کے امام کی تلاش کرے

بالخصوص جبکہ اس کے سامنے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا دعوےٰ موجود ہے تو اس پر غور کرنا نہایت ضروری ہے — ورنہ

بہت ممکن ہے کہ اس کا یہ فعل حبیب خدا کے قول کی ہتک اور خدا کی ناراضگی کا موجب ہو۔

حال ہی میں نظارت دعوت و تبلیغ قادیان کی طرف سے ۹۶ صفحات کا جامع رسالہ شائع کیا گیا ہے جس میں قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی روشنی میں جماعت احمدیہ کے

عقائد و تعلیمات

کو مستند حوالہ جات سے پیش کیا گیا ہے۔ جو ہر طالب صادق کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔

مذکورۃ الصدر ارشاد نبوی کے پیش نظر ہر سچے مسلمان کے لئے اس رسالہ کا مطالعہ ضروری ہے،

اگرچہ اس کی قیمت ۲۵ نئے پیسے فی نسخہ ہے لیکن طالب حق غیر مستطیع دوستوں کو کارڈ آنے پر مفت بھی بھیجا جا سکتا ہے۔

بنی اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل کی تلاش میں

(بقیہ صفحہ نمبر ۸)

(آستر ۱۲/۳) اس حوالہ کی وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ بائیبل (اردو) ۳۵۲۵

(۲) تھامس لیڈلی اپنی کتاب میں افغانوں کی قدیم تاریخ پر بحث کرتے ہوئے اُرسا اور ازسارة کو ایک ہی قرار دیتے ہیں۔ اور اس سے مراد ضلع ہزارہ لیتے ہیں[۲]۔ اور اب تو محققین یہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اس علاقہ کے قرب و جوار میں کسی زمانہ میں آرامی زبان بولی اور لکھی جاتی تھی۔ اور جب سے ٹیکسلا کی کھدائی میں آرامی زبان کا کتبہ ملا ہے۔ یہ تھیوری کہ ہندوستان کے شمال مغرب کے ایک حصہ میں آرامی زبان کا دور دورہ رہا یقین کی حد تک پہنچ چکی ہے[۲]۔ یہ بھی یاد رہے کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں کم و بیش آٹھ سو سال تک " خروستھی " رسم الخط رائج رہا جو کہ مسلمہ طور پر آرامی رسم الخط کی ایک دوسری صورت ہے۔ یعنی آرامی خط کو پراکرت کی آوازوں کا ہم آہنگ بنانے کے نتیجہ میں خروستھی رسم الخط پیدا ہوا۔

یہاں یہ واضح رہے کہ قدیم ہندوستان میں بسنے والے بنی اسرائیل کی زبان آرامی تھی عبرانی زبان وہ بھول چکے تھے۔ آشور، میدیا اور پرشیا میں عرصہ دراز تک رہنے کے باعث مقامی زبان آرامی انہوں نے اختیار کر لی۔ ویسے اس زبان سے وہ اپنے وطن میں بھی شناسا اور مانوس تھے۔ اسیری میں عبرانی زبان بڑی حد تک متروک ہو گئی۔ تاریخ میں لکھا ہے۔ کہ ترجمان کے بغیر عبرانی توراة کا اُن کے لئے سمجھنا محال تھا[۳]۔

قدیم ہندوستان میں بنی اسرائیل کی زبان اور رسم الخط کے آثار کے موضوع پر ایک دوسرے مقالہ میں چونکہ بحث کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ اس لئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(الفرقان ربوہ مارچ ۵۶ء)

---

[۱] Thomas Ledlie More Ledlian Calcutta Review January 1898

[۲] ٹیکسلا از سرجان مارشل جلد اوّل صفحہ ۱۵

[۳] تاریخ بائیبل از پادری ولیم جی بنکی (اردو) صفحہ ۲۹۲

تحریک جدید کے وعدوں کی آخری تاریخ

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

" تم نے جس شخص کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یہ اقرار کیا ہے کہ تم اپنی جانیں اور اپنے مال، اپنی عزت اور اپنی وجاہت سب کچھ اس پر قربان کر دو گے۔ وہ تم سے قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔ تمہاری جانیں اور تمہارے مال تم سے مانگتا ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ تم آگے بڑھو اور اپنے عہد کو پورا کرو۔ . . . . میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہر شخص جو اپنے اندر ایمان کا ایک ذرہ بھی رکھتا ہے۔ وہ میری اس تحریک پر آگے آ جائے گا۔ وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے منادی کی آواز پر کان نہیں دھرے گا اس کا ایمان کھویا جائے گا "

تحریک جدید کے وعدوں کی آخری تاریخ ۱۰؍اپریل ہے ایسے مخلصین جماعت جنہوں نے ابھی تک اپنا وعدہ مرکز میں نہیں بھجوایا وہ جلد از جلد بھجوا دیں۔ حضرت اقدس کے حضور وعدوں اور سو فی صدی ادائیگی کرنے والوں کی فہرست اپریل کے پہلے ہفتے میں پیش کی جائے گی۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان

شکریہ اور درخواست دعا

مکرمی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل، وکیل یادگیری۔ مکرم مولوی شمس الدین صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کلکتہ۔ مکرمی محمد بشیر احمد صاحب وائس پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ بنگلور۔ مکرمی محمد احمد صاحب منیجر لیدر کمپنی کلکتہ۔ مکرمی سیٹھ عبیداللہ بادی صاحب اورنگ آباد دکن۔ مکرمی پروفیسر سید اختر احمد صاحب اورینوی۔ مکرمی سید محمود صاحب کوڈنے علی الترتیب اخبار بدر کے ۵، ۳، ۶، ۲، ۱، ۲ اور ۳ خریدار بنائے ہیں۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو اور بھی اس کار خیر میں حصہ لینے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین نیز دوسرے احباب سے بھی درخواست ہے کہ وہ بھی اس کار خیر میں حصہ لیکر ثواب کے مستحق بنیں۔

نوٹ:- احباب اخبار بدر کے نئے خریدار بناتے ہیں یا اپنی طرف سے کسی کے نام اخبار بدر جاری کراتے ہیں۔ ان کے لئے اخبار بدر میں درخواست دعا کا اعلان کر دیا جاتا ہے اگر کسی دوست کا اخبار میں اعلان ہونے سے رہ جائے تو وہ دفتر ہذا کو اطلاع دیدیا کریں تا کہ دعا کا اعلان کر دیا جایا کرے۔ (مینیجر)

وصیتیں

وصایا اس لئے شائع کی جاتی ہیں تا کہ اگر کسی موصی کو کوئی اعتراض ہو تو اس کی درستی ہو سکے۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ

نمبر ۴۲۵۴ میں نجم النساء زوجہ قریشی عبدالرشید صاحب قوم قریشی پیشہ خانہ داری عمر ۲۶ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان حال ربوہ ڈاکخانہ خاص ضلع جھنگ صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۲/۵۶ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں (۱) چوڑیاں طلائی ۶ تولہ (۲) کلسنے طلائی ۲ تولہ (۳) حکم طلائی ۱½ تولہ (۴) انگوٹھیاں طلائی چھ ماشہ (۵) پن طلائی نو ماشہ کل ۱۰½ تولہ زیور قیمتی ۷۵۰/- روپے صرف جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتی ہوں۔ آئندہ بھی جو زیور یا جائیداد پیدا کروں گی اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بھی کرتی ہوں۔ اسکے علاوہ مبلغ ۵۰۰/- روپے حق مہر بذمہ خاوند ہے جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اسکے علاوہ دس روپے ماہوار مجھے جیب خرچ ملتا ہے جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ دو عدد مکانات محلہ مسجد اقصیٰ قادیان میں (قیمتی دس ہزار روپے صرف) میں میرا نصف حصہ ہے۔ یہ جائیداد عارضی طور پر میرے قبضہ میں نہیں۔ میرے مرنے کے بعد جس قدر میری جائیداد ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہوگی۔ الامتہ نجم النساء بیگم۔ گواہ شد عبدالعزیز قریشی میڈیکل پریکٹیشنر ربوہ۔ گواہ شد عبدالرشید خاوند موصیہ

نمبر ۴۲۵۵ میں مسمی امام الدین ولد مسمی سمند بخش قوم سیال پیشہ بانسکہ عمر ۷۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۸ء ساکن محلہ حاجی پورہ سیالکوٹ ڈاکخانہ گندم منڈی ضلع سیالکوٹ صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۲/۵۵ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے ایک مکان پختہ واقعہ محلہ حاجی پورہ جس کا رقبہ اڑہائی مرلہ ہے جس کی قیمت اندازاً اڑہائی ہزار (۲۵۰۰) روپیہ ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں اس کے بعد میری مزدوری کی آمدنی اوسطاً قریباً مبلغ ۷۰/- روپیہ ہے اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں جو بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان کرتا ہوں جو انشاء اللہ تعالیٰ ماہ بماہ ادا کرتا رہوں گا۔ اگر اس کے علاوہ کوئی جائیداد پیدا کروں یا میرے مرنے پر ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی۔ العبد بقلم خود امام الدین موصی محلہ حاجی پورہ شہر سیالکوٹ۔ گواہ شد بقلم خود علی محمد موصی اسمٰعیل انسپکٹر وصایا۔ گواہ شد مولوی محمد عبداللہ پریذیڈنٹ حلقہ حاجی پورہ سیالکوٹ۔

نمبر ۴۲۴۶ میں حمید اللہ صابر ولد میاں سراج الدین قوم باجوہ پیشہ ملازمت عمر ۱۸ سال تین ماہ ۱۸ دن پیدائشی احمدی ساکن ربوہ ڈاکخانہ ربوہ ضلع جھنگ صوبہ پنجاب پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ یکم دسمبر ۱۹۵۵ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ ماہوار آمد اس وقت مبلغ ۷۰/- روپے ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائیداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ العبد حمید اللہ صابر۔ گواہ شد عبدالرشید بقلم خود ابن عبدالحق مرحوم کلرک دفتر وصیت۔ گواہ شد محمد جمیل دفتر وصیت ربوہ۔

نمبر ۴۲۴۷ میں عبدالرب ولد چوہدری عبدالواحد صاحب قوم ارائیں پیشہ زراعت عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن چک ۳۵ ایم۔ بی ڈاکخانہ تانڈ آباد ضلع سرگودھا صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۱۱/۵۵ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد ملکیت کوئی نہیں ہے گورنمنٹ پاکستان کی مجوزہ شرائط کے مطابق ۱۵ ایکڑ زمین تھل میں قیمتاً خرید کی ہے جس کی اقساط مقررہ وقت میں ادا کرنے کے بعد حقوق ملکیت حاصل ہوں گے۔ میری موجودہ آمد مذکورہ زمین کے ذریعہ سالانہ ۲۰۰/- روپیہ ہے میں تازیست اس آمد کے ۱/۱۰ حصہ کو داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہوں گا نیز میرے مرنے کے بعد جو جائیداد ثابت ہو اس پر بھی ۱/۱۰ حصہ کے رو سے یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد عبدالرب بقلم خود۔ گواہ شد عبدالواحد بقلم خود چک ۳۵ ایم۔ بی ڈاکخانہ تانڈ آباد ضلع سرگودھا۔ گواہ شد محمد ابراہیم انسپکٹر وصیت ربوہ حال چک ۳۵ ایم۔ بی ڈاکخانہ تانڈ آباد ضلع سرگودھا۔

نمبر ۴۲۳۶ میں رانی بیوہ احمد بخش صاحب قوم ارائیں پیشہ خانہ داری عمر ۷۲ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۶ء ساکن چک ۳۵ ایم۔ بی ڈاکخانہ تانڈ آباد ضلع سرگودھا صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۷/۱۱/۵۵ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری موجودہ جائیداد بہ تفصیل ذیل ہے (۱) میراثی روپے (۲) ڈنڈیاں چاندی اڑھائی تولہ قیمتی اندازاً چار روپے (۳) نقد سولہ روپے کل یکصد روپیہ۔ میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتی ہوں نیز اس کے علاوہ جو میرا ترکہ ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی۔ الامتہ نشان انگوٹھا رانی بیوہ احمد بخش۔ گواہ شد محمد ابراہیم دفتر وصیت حال چک ۳۵ ایم۔ بی سرگودھا۔ گواہ شد عبدالرحیم ولد احمد بخش بقلم خود چک ۳۵ ایم۔ بی تحصیل خوشاب

درخواست دعا برادرم محمد اسحٰق صاحب خلیل بی۔ اے کا امتحان دے رہے ہیں۔ صحابہ کرام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام و درویشان حضرات کی خدمت میں درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے اور منفعت کی زندگی بخشے۔ خاکسار کمال یوسف

ذکر حبیب علیہ السلام

بقیہ صفحہ نمبر ۶

کرنے کی اس صفت کا موجودہ زمانہ میں ظہور نہیں ہوتا۔ اب خدا بندوں کی پکار کو سنتا تو ہے لیکن جواب نہیں دیتا۔ گویا خدا تعالیٰ کی ایک اہم صفت جو اس پر یقین اور ایمان لانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ تھی۔ اور جس سے اس پاک ذات کی معرفت شناخت ہوتی تھی۔ اہل دنیا نے اس صفت کے موجودہ زمانہ میں ظہور سے انکار کر دیا۔ یہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ہی مقدس ذات تھی جنہوں نے یہ تعلیم دی۔ کہ خدا کی کوئی صفت معطل نہیں ہوتی جس طرح وہ پہلے سنتا تھا اب بھی اپنے مقبول بندوں کی دعائیں اور التجائیں سنتا ہے اور جس طرح وہ پہلے جواب دیتا۔ بولتا اور کلام کرتا تھا اب بھی وہ اپنے پاک اور فرمانبردار بندوں سے کلام کرتا ہے۔ آپ نے نہ صرف یہ تعلیم دی۔ بلکہ اپنی ذات اور اپنے ہزاروں ماننے والوں کے ذریعہ سے عملی طور پر اس تعلیم کو سچا ثابت کیا۔ آپ کی ہزاروں پیشگوئیاں اور الہامات سچے ثابت ہوئے یہی نہیں بلکہ آپ کے خدام اور ماننے والے بھی خدائی الہام و کلام کی نعمت سے مشرف ہوئے۔ اور آج بھی احمدیہ جماعت میں سینکڑوں ایسے افراد پائے جاتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کا شیریں اور مقدس کلام سنتے اور اس سے اپنے ایمان کو تازہ کرنے کی نعمت سے متمتع ہو رہے ہیں۔ (باقی)

عظیم الشان غیر قیاسی پیشگوئیوں کے چند نمونے

بقیہ صفحہ نمبر ۵

خدا کے علم غیب کا کوئی انسان مقابلہ نہیں کر سکتا انسان کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں جو اس قسم کی مذکورہ بالا غیر قیاسی باتوں کو معلوم کرنے کا ذریعہ بن سکے۔ صرف خدا ہی ایسی باتوں کا علم دے سکتا ہے۔ وہ ہی نہاں در نہاں باتوں سے واقف ہے وہی عالم الغیب ہے۔ اس کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔ اور جو اس کے الہام کے بغیر غیب دانی کا دعویٰ کرتا اور دنیا کو اپنی طرف دعوت دیتا ہے وہ جھوٹا ہے جس کا جھوٹ چل نہیں سکتا۔ وہ گرتا ہے مگر وہ جو خدا کی طرف سے آتا ہے خدا اس کی مدد اپنے غیب کے علم سے کرتا رہتا ہے۔ وہ اس پر غیب کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اسے آئندہ وقوع میں آنیوالی باتوں کی خبر دیتا ہے جبکہ ان کے متعلق کسی کو خیال و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور پھر ان باتوں کو پورا کر کے سچے اور جھوٹے میں نمایاں تمیز پیدا کر دیتا ہے تاکہ ہدایت ماننے والے ہدایت پا کر اس کے ساتھ اپنا تعلق پیدا کریں۔

پس ہمارے برادران وطن کو چاہیئے کہ ان حقائق پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور دوربین نگاہوں سے ان امور کو دیکھنے کی کوشش کریں۔ اگر وہ ایسا کرینگے تو یقیناً وہ حق و صداقت کو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ ایسی باتیں نہیں ہیں جنہیں وہ آسانی سے سمجھ نہ سکیں ضرورت صرف توجہ اور غور و فکر اور تدبر کی ہے۔ وہ زمانہ گذر گیا جبکہ مذہب کی تحقیق میں بڑی بڑی روکیں ہوتی تھیں اب ہر قسم کی آسانیاں اور سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں پریس کی سہولت نے ہر مذہب کے لٹریچر کو پلیٹ فارم پر لا کر ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ اس سے فائدہ اُٹھانا اب ہر شخص کا اپنا کام ہے۔ اگر کتب موجود نہ ہوتیں تو بے شک تحقیق میں دقت ہو سکتی تھی۔ مگر اب تو وہ عذر بھی نہیں رہا۔ اس لئے اس سہولت سے ضرور فائدہ اُٹھانا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے۔

دورہ پروگرام مکرم منشی عبد الرحیم صاحب فانی انسپکٹر بیت المال

مندرجہ ذیل جماعتہائے یوپی کے عہدہ داران مالی و پریذیڈنٹ صاحبان کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مکرم منشی عبد الرحیم صاحب فانی انسپکٹر بیت المال مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق ماہ مارچ و اپریل ۱۹۵۶ء میں بغرض تشخیص بجٹ و معائنہ حسابات و وصولی چندہ جات دورہ کریں گے۔ توقع کی جاتی ہے کہ متعلقہ عہدہ داران مالی انسپکٹر صاحب موصوف سے اس سلسلہ میں پورا پورا تعاون کریں گے۔

نمبر شمار	روانگی از مقام	تاریخ روانگی	مقام	تاریخ رسیدگی
۱	میرٹھ	۲۵-۳-۵۶	امروہہ	۲۶-۳-۵۶
۲	امروہہ	۳۱-۳-۵۶	سرار نگر	۳۱-۳-۵۶
۳	سرار نگر	۱-۴-۵۶	بریلی	۱-۴-۵۶
۴	بریلی	۳-۴-۵۶	شاہجہانپور	۳-۴-۵۶
۵	شاہجہانپور	۷-۴-۵۶	لکھنؤ	۷-۴-۵۶
۶	لکھنؤ	۹-۴-۵۶	بھدوہی	۹-۴-۵۶
۷	بھدوہی	۱۰-۴-۵۶	بنارس	۱۰-۴-۵۶
۸	بنارس	۱۲-۴-۵۶	کانپور	۱۲-۴-۵۶
۹	کانپور	۱۵-۴-۵۶	ننگر گھنو	۱۶-۴-۵۶
۱۰	ننگر گھنو	۱۸-۴-۵۶	علی پور کھیڑہ	۱۸-۴-۵۶
۱۱	علی پور کھیڑہ	۱۹-۴-۵۶	صالح نگر	۲۰-۴-۵۶
۱۲	صالح نگر	۲۴-۴-۵۶	کشن گڑھ	۲۵-۴-۵۶
۱۳	کشن گڑھ	۲۷-۴-۵۶	جے پور	۲۷-۴-۵۶
۱۴	جے پور	۲۹-۴-۵۶	سانڈھن	۳۰-۴-۵۶
۱۵	سانڈھن	۳-۴-۵۶	راٹھ مسکرا	۳-۴-۵۶
۱۶	راٹھ مسکرا	۷-۴-۵۶	جھانسی	۸-۴-۵۶
۱۷	جھانسی	۹-۴-۵۶	-	-
.	.	-	-	-

(نوٹ) بجٹ ۵۷-۱۹۵۶ء کی تیاری کے متعلق جملہ عہدہ داران کو خاص طور پر تعاون کی تاکید کی جاتی ہے۔

(ناظر بیت المال قادیان)

مہاتما بدھ کی برسی

مہاتما بدھ کی ۲۵۰۰ ویں برسی منانے کے لئے تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ چونکہ اسلام اور احمدیت کی تعلیم کی رو سے مہاتما بدھ بھی خدا کے برگزیدہ انسان ہیں اس لئے تمام مبلغین ہندوستان و احباب جماعت سے گذارش ہے کہ اس موقعہ سے پورا پورا فائدہ اُٹھا کر اپنی عقیدت اور امن پسندانہ تعلیم کا ثبوت دیا جائے۔ اور کوشش کرکے ایسے جلسوں اور تقریبات میں تقریریں کی جائیں اور مناسب رنگ میں شمولیت اختیار کی جائے۔ نیز نظارت ہذا میں بھی اپنی کارگذاری کی رپورٹ ارسال فرمائی جائے۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

نئی چٹیں

خریداران بدر کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ عنقریب نئی چٹیں چھپنے والی ہیں لہذا جن احباب نے اپنے پتہ جات میں تبدیلی اور درستی کروانی ہو وہ جلد از جلد دفتر ہذا کو اطلاع دیں تاکہ نئی چٹیں چھپتے وقت ان پتہ جات کی تصحیح کی جا سکے۔ (مینیجر)